نمبر ۱۳۵ رجسٹرڈ ایل

تار کا پتہ الفضل قادیان بٹالہ

ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء ۔ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا

غلام احمد قادیانی

THE ALFAZL
QADIAN

الفضل

اخبار ہفتہ میں تین بار

فی پرچہ ایک آنہ

قادیان

ایڈیٹر غلام نبی

قیمت سالانہ پیشگی ہے ششماہی للعہ سہ ماہی عا

جماعت احمدیہ کا مسلمہ آرگن جسے (سنہ ۱۹۱۳ء میں) حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا

نمبر ۳۴ | مورخہ ۲۲ ستمبر سنہ ۱۹۲۵ء یوم سہ شنبہ | مطابق ۳ ربیع الاول سنہ ۱۳۴۴ھ | جلد ۱۳

مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے جسم پر کھجلی کی شکایت ابھی ہے آج (۱۹ ستمبر) دوپہر ضعف دل کا دورہ شروع ہوگیا گو خفیف تھا مگر صحت کی خرابی کو ظاہر کرتا ہے اللہ تعالیٰ جلد کامل صحت عطا فرمائے۔

میاں خلیل احمد کو خفیف سی حرارت ہے احباب دردِ دل سے دعا کریں۔

حضرت اُم المومنین شملہ تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ میر محمد اسحٰق صاحب اور ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب کے عیال و اطفال بھی گئے ہیں۔

۱۷ ستمبر بروز جمعرات حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے اچانک نور ہسپتال کا معائنہ فرمایا۔ ذخائر ادویات اور سامان آسائش مریضان اور طریق علاج کی دیکھ بھال کے بعد داخلی مریضوں کے ساتھ بنفس نفیس گفتگو فرمائی۔ اور مزید آسائش اور غور و پرداخت کرنے ہر ایک کی تسلی و تشفی فرماتے رہے۔ اور ادویات کی قلت پر تعجب کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سے زیادہ تو میرے پاس ہومیو پیتھک ادویات ہیں۔

۱۹ ستمبر۔ بروز ہفتہ تعلیم الاسلام ہائی سکول و مدرسہ احمدیہ میں تقسیم انعام کی تقریب ہوئی جس میں حضور نے خطبے کے بعد کچھ گفتگو بھی کی ہے۔

نامہ لنڈن

(نوشتہ جناب مولوی عبد الرحیم صاحب درد ایم اے مبلغ)

مکرمی محبی جناب ایڈیٹر صاحب الفضل

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ سوڈان سے بعض رؤسا سرکاری خرچ پر لنڈن آئے ہوئے ہیں۔ اور بطور مہمان کے ان کی یہاں خاطر کی جاتی ہے۔ پچھلے جمعہ وہ مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے آئے۔ اور یہاں کے دس اخباروں میں جن میں مارننگ پوسٹ بھی شامل ہے۔ ان کے یہاں آنے کا ذکر کیا گیا۔ ایک نے ہمارا فوٹو بھی چھاپا ہے۔ ایک لکھتا ہے:۔

"اینگلو ایجپشین سوڈان کے ان آٹھ رؤسا میں سے جو بطور شاہی مہمان کے دار الخلافہ لنڈن میں آئے ہوئے ہیں۔ چار رئیس کل لنڈن کی سب سے پہلی مسجد کو دیکھنے آئے جو فرقہ احمدیہ نے تعمیر کی ہے۔ مولوی عبد الرحیم صاحب درد نے نماز پڑھائی۔ اور عربی و انگریزی میں خطبہ پڑھا جس میں ان معزز مہمانوں کا خیر مقدم کیا گیا۔ احمدیت کی وضاحت کی گئی۔ اور دولت برطانیہ کا اس آزادی کے لئے شکریہ ادا کیا گیا۔ جو اس نے تمام مذاہب کو دے رکھی ہے۔"

خطبہ میں میں نے مسیح علیہ السلام کی وفات قرآن شریف اور احادیث سے ثابت کی۔ اور یہ بتایا کہ باوجود اس کے کہ عیسائیت کا دار و مدار حضرت مسیح کی حیات پر اور ان کے صلیب پر مرجانے پر ہے۔ مگر ہم کھلم کھلا اس کی تردید کرتے ہیں۔ اور ہمیں کوئی کچھ نہیں کہتا مگر بعض ممالک میں ہمیں اس طرح آزادی حاصل نہیں۔ اس لئے ہم سلطنت برطانیہ کے شکر گذار ہیں۔

۲۰ اتوار کے روز ملک غلام فرید صاحب کا لیکچر ہوا بیس کے قریب آدمی شامل ہوئے مضمون Sermon on the mount تھا۔ ایک صاحب ہالینڈ کے رہنے والے تھے۔ جو چھٹیوں پر آئے ہوئے ہیں۔

اگلے اتوار بھائی اسد اللہ صاحب (Mr. Andrew Shelley) کا لیکچر "سکھ مذہب" پر ہے۔ یہ صاحب اسلام کو خوب سمجھتے ہیں۔ اور نہایت مخلص احمدی ہیں۔ سلسلہ کی کتب کا نہایت غور سے اور شوق سے مطالعہ کرتے رہتے ہیں۔

مسٹر ملنٹن نمازوں میں باقاعدہ شامل ہوتے ہیں۔ پنجشنبہ سے
Mr. Arthur G. [illegible] اپنے تازہ خط میں
لکھتے ہیں:-

"اللہ تعالیٰ ہی مجھ پر رحم کرنے والا ہے۔ اسی نے مجھے مشرق کی طرف سے وہ کچھ دیا جو مغرب مجھے ہرگز نہ دے سکتا تھا۔ وہ کیا ہے جو اس نے مجھے دیا۔ وہ ہے محبت۔ وہ ہے صداقت۔ وہ ہے نور۔"

"میں نے تحفہ شہزادہ ویلز کو ختم کر لیا ہے۔ میں نے اسے تمام و کمال پڑھا۔ اور اس کے مضامین پر خوب غور کیا ہے۔ نیز از الف تا ے چار دفعہ اس کا مطالعہ کیا ہے۔ لیکن باوجود اس کے میں اسے بار بار اٹھاتا ہوں۔ اور تھوڑا بہت اس میں سے پڑھتا ہوں"

قرآن شریف کی باقاعدہ تلاوت کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں سرہانے رکھتا ہوں۔ سونے سے پہلے ضرور پڑھتا ہوں۔ افسوس یہ ہے کہ میں اصل الفاظ عربی کے نہیں پڑھ سکتا۔ میرا خیال ہے کہ ترجمہ پڑھ لینا کافی نہیں۔ جب تک عربی سمجھ میں نہ آ سکے۔

لکھتے ہیں۔ آپ کو نہیں معلوم۔ آپ نے مجھ میں کیا تبدیلی کر دی ہے۔ میں سست تھا۔ مگر اب خدا نے مجھے چست کر دیا۔ اور میری دعاؤں کو سنا۔ جس میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں۔ والسلام

خاکسار درد از لنڈن ۲۷ ۸/۲۵

جناب مولوی صاحب کے اس خط سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ انہوں نے اپنے سفر ہالینڈ کی رپورٹ بھی الفضل کے لئے ارسال فرمائی تھی۔ جو بہت سے دلچسپ امور پر مشتمل تھی۔ لیکن افسوس وہ نہیں ملی۔ (ایڈیٹر)

جماعت احمدیہ پاکپٹن کا جلسہ

۵ ستمبر ۱۹۲۵ء کو مولوی قمر الدین صاحب نے پہلے اجلاس میں ختم نبوت اور دوسرے اجلاس میں صداقت مسیح موعودؑ پر تقریریں کیں۔ یہ دونوں تقریریں عمدہ اور مؤثر پیرایہ میں بیان کی گئیں۔

دوسرے دن بوقت صبح مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری بھی تشریف لے آئے۔ اور حسب دستور منادی کے ذریعہ اعلان کیا گیا۔ ہمیں اطلاع پہنچی۔ کہ پاکپٹن کے سب علماء اعتراضات کرنے کے لئے تیاریاں کر رہے ہیں۔ چنانچہ تیسرے پہر جلسہ گاہ میں بڑی بھیڑ لوگوں کی جمع ہو گئی۔ اور علماء پاکپٹن بھی تشریف لے آئے۔ اور بہت سے طالب علم لوگ بھی موجود تھے۔ پہلے اجلاس میں مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری نے صداقت مسیح موعودؑ کے متعلق تقریر کی۔ چونکہ مغرب کا وقت ہو چکا تھا۔ اس لئے دوسرا اجلاس ان غیر احمدی علماء کی خواہش کے مطابق نماز مغرب کے بعد ہی رکھا گیا۔ دوسرے اجلاس میں لوگ پہلے اجلاس سے بھی زیادہ جمع ہو گئے۔ یہ اجلاس صرف سوال و جواب کے لئے مخصوص کر دیا تھا۔ اور سائل اور مجیب کے لئے پانچ پانچ منٹ بولنے کے لئے رکھے گئے۔ احمدیوں کی طرف سے مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری تھے۔ اور غیر احمدیوں کی طرف سے مولوی عبد الحق صاحب تعلیم یافتہ مدرسہ دیوبند۔ مولوی اللہ دتا صاحب نے صداقت مسیح موعودؑ کے اثبات میں قرآن کریم سے دو آیات پیش کیں۔ اور استدلال کیا کہ حضرت مسیح موعودؑ سچے نبی ہیں۔ اس پر مولوی عبد الحق صاحب نے اعتراض کئے۔ لیکن جن لوگوں کے وہ نمائندہ تھے وہ ان سے بیزار ہو چکے تھے۔ چنانچہ سید نادر شاہ صاحب کرسی نشین نے مجھ سے خواہش ظاہر کی۔ کہ ہم اپنا قائم مقام بدلنا چاہتے ہیں۔ اور ختم نبوت پر سوالات کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ آپ اعلان کر دیجئے۔ کہ مولوی عبد الحق صاحب سوال و جواب کے اہل نہیں۔ اور فلاں شخص اہل ہیں۔ ہمیں اس میں کوئی عذر نہیں۔ مگر انہوں نے اس بات کو پسند نہ کیا۔ اور سوال و جواب کا سلسلہ کوئی ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہا۔ جب غیر احمدیوں نے محسوس کر لیا۔ کہ ہمارا مولوی کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ تو بعض چالاک غیر احمدیوں نے جلسہ میں ابتری اور فساد ڈلوانے کی ٹھان لی اور یونہی بہانہ بنا دیا کہ احمدی تقریر کنندہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہتک کر رہا ہے۔ حالانکہ ان کو بتایا گیا کہ حضرت علی رضی کی ہتک اور تحقیر تو مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند نے اپنی کتاب ہدیۃ الشیعہ کے صفحہ ۱۲ پر کی ہے۔ جو کہ حنفی ہے۔ اور ہم نے تو صرف ان کی کتاب کا اقتباس نوٹ بک سے پڑھا ہے۔ مگر کون سنتا تھا۔ ایک شور مچ گیا۔ اور پولیس نے آ کر امن قائم کیا۔ بعد میں معزز غیر احمدیوں نے تسلیم کیا۔ کہ ہمارے مولوی چونکہ جواب نہ دے سکتے تھے۔ اس لئے جلسہ میں گڑبڑ ڈالدی۔

عاجز غلام احمد خان ہائی کورٹ وکیل امیر جماعت احمدیہ پاکپٹن

قابل توجہ پوسٹماسٹر صاحب جنرل

الفضل نمبر ۳۳ - ۱۹ ستمبر اپنے وقت پر بالکل تیار تھا۔ مگر ایک جنس اول ڈاکخانہ سے ٹکٹ طلب کرنے پر معلوم ہوا کہ پیسے والے ٹکٹ جتنے ہمیں مطلوب ہیں۔ موجود نہیں۔ اس لئے قریباً پانچ سو خریداروں کو الفضل پوسٹ نہ ہو سکا۔ اور اس وجہ سے کئی سو الفضل دفتر میں پڑا رہا۔

یہ پانچویں دفعہ ہے کہ ہمیں ایسی مشکل پیش آئی۔ ڈاکخانہ والوں کو خوب معلوم ہے کہ الفضل ہفتہ میں تین بار شائع ہوتا ہے۔ اور آج کل کوئی غیر معمولی روانگی ڈاک وغیرہ بھی پیش نہیں آئی۔ کہ ٹکٹ یک لخت کم ہو گئے ہوں۔ ان حالات میں جو حرج ہمارا ہوا اور خریداران الفضل کو جو تشویش پیش آئی۔ اور خریداری پر تجارتی لحاظ سے جو برا اثر پڑے گا۔ وہ نقصان بہت شدید ہے۔ ہم پوسٹماسٹر صاحب جنرل کی توجہ اس طرف منعطف کرانا چاہتے ہیں کہ وہ ایسا انتظام کریں۔ جو آئندہ اس قسم کی دقت پیش نہ آئے۔

اس موقعہ پر یہ کہنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ کچھ عرصہ سے ڈاکخانہ قادیان کا رویہ بہت تکلیف دہ ہو رہا ہے ایڈیٹر الفضل کی ڈاک کے اخبارات میں سے دہلی کا روزانہ اخبار "تیج" بہت دنوں سے کھلا ہوا ملتا ہے۔ ڈاکخانہ کو کئی بار توجہ دلائی گئی۔ مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ چونکہ اب اس اخبار کے کئی پرچے گم بھی ہونے لگے تھے۔ اس لئے مجبوراً پوسٹماسٹر صاحب جنرل کو اطلاع دی گئی ہے۔ لیکن اب نئی شکایت یہ پیدا ہو رہی ہے کہ اور بھی کئی اخبار کھول کر بند کئے ہوئے مل رہے ہیں۔

اس کے علاوہ ایک خاص شکایت یہ بھی ہے کہ پچھلے دنوں ایڈیٹر الفضل جب وطن گیا تو اخبار الفضل کا ایک پرچہ اسے بیرنگ ملا۔ جو سب پوسٹماسٹر صاحب قادیان نے یہ وجہ لکھ کر بیرنگ کیا تھا کہ اس پر رجسٹرڈ نمبر درج نہیں۔ حالانکہ چٹ کے بالکل قریب بخط جلی رجسٹرڈ نمبر موجود تھا۔ ایڈیٹر الفضل نے جب ڈپٹی پوسٹماسٹر صاحب سے اس بارے میں گفتگو کی۔ تو معلوم ہوا کہ جب چٹ کے پاس چھپا ہوا نمبر موجود ہو تو پھر چٹ پر نمبر نہ ہونے کی وجہ سے اخبار بیرنگ نہیں ہو سکتا۔ اس پر جب بیرنگ شدہ پرچہ سب پوسٹماسٹر صاحب کو بھیجا گیا تو انہوں نے بتایا کہ یہ غلطی سے ہو گیا تھا۔ اب میں نے وصول شدہ محصول کی واپسی کے لئے محکمہ میں لکھ دیا ہے۔

اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ کس بے احتیاطی کے ساتھ ڈاکخانہ قادیان میں کام ہوتا ہے۔ یہ تو ایک اتفاقی امر تھا کہ ایڈیٹر الفضل کے نام کا پرچہ جب بلا وجہ بیرنگ کیا گیا۔ تو اس نے واپس قادیان پہنچ کر اس کے متعلق دریافت کر لیا۔ ورنہ معلوم نہیں کہ آج تک اس طرح کس قدر پرچے بیرنگ کئے جاتے رہے۔ اور خریداران الفضل کو کتنا نقصان پہنچایا گیا ہے۔

اگر یہ باتیں صرف ہماری ذات سے تعلق رکھتیں تو ہم اسی طرح ان کا ذکر نہ کرتے۔ جس طرح اور بہت سے اصحاب تکالیف برداشت کر کے خاموش ہو رہتے ہیں۔ لیکن چونکہ ان سے اخبار کے خریداروں کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ اور اخبار کی خریداری پر بہت برا اثر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

قادیان دارالامان - ۲۲ ستمبر ۱۹۲۵ء

آریہ سماج کا مسئلہ نیوگ

آریوں میں ایک بار پھر یہ سوال پیدا ہوا ہے کہ ستیارتھ پرکاش میں سے نیوگ کی ہدایات و تفصیلات اور دیگر مذاہب کے متعلق نکتہ چینی کے حصہ کو اُڑا دیا جائے۔ اگرچہ اس سوال کو پہلے بھی کئی مشہور آریہ اصحاب اُٹھا چکے ہیں۔ لیکن اب کے مسٹر اینڈریوز ایک مشہور عیسائی نے اس کی طرف آریوں کو متوجہ کیا ہے۔ لیکن عام آریوں کی ذہنیت کا چونکہ تقاضا یہ ہے۔ کہ کسی عمدہ سے عمدہ مشورہ کو بھی قبول نہ کریں۔ اس لئے وہ اس کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ چنانچہ آریہ پرتنی ندھی سبھا کا اخبار آریہ گزٹ (۳ ستمبر) یہ دعویٰ کرنے کے بعد کہ :-

"سوامی دیانند موجودہ یگ (زمانہ) کے سب سے بڑے مصلح تھے۔"

نیوگ کی حمایت میں حسب ذیل دلائل پیش کرتا ہے :-

(۱) "یہ کہنا کہ نیوگ پر موجودہ ہندوستان میں کبھی عمل نہیں ہوا۔ اس لئے اسے ترک کر دیا جائے۔ ٹھیک معلوم نہیں ہوتا۔ سوامی جی ریفارمر تھے۔ اور اصلاح کا کام کبھی ایک دن میں نہیں ہو جاتا۔"

(۲) "ہماری تو یہ رائے ہے۔ کہ نیوگ اس وقت رائج ہوگا۔ جب دنیا دار شادی کی رسم کو محض اتم سنتان (اعلیٰ اولاد) پیدا کرنے کا سادھن خیال کرینگے۔ اور جب ان کے اندر سے بھوگ بلاس (عیش و عشرت) کے خیالات دور ہو جائینگے۔"

(۳) "گرے ہوئے ہندوستانی اس مسئلہ کی صداقت کو کیسے ذہن میں لا سکتے ہیں۔"

(۴) "اگر نہ موجودہ ہندوستان میں اس پر عمل ہوا ہے۔ اور نہ آیندہ ہوگا تو وہ خاموش رہیں۔ اور اس مسئلہ کو صرف ستیارتھ پرکاش میں ہی بند پڑا رہنے دیں لیکن کیا وجہ ہے کہ ہم آنے والی نسلوں کو اس مسئلہ کی موجودگی سے ہی محروم کر دیں۔"

امر اوّل کے متعلق گذارش ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ اصلاح کا کام ایک دن میں نہیں ہو جاتا۔ لیکن کیا آریوں کا دن پچاس سال سے بھی زیادہ لمبا ہوتا ہے۔ کہ سوامی دیانند جی کو دنیا سے گذرے پچاس سال کے قریب ہو چکے ہیں مگر نیوگ کے متعلق آریوں کی حالت ہنوز روز اول کی مصداق ہے۔ اور آج تک کبھی کسی ایک آدھ نے بھی اس بے نظیر اصلاحی حکم سے علی الاعلان استفادہ حاصل نہیں کیا۔ کیا "آریہ گزٹ" بتا سکتا ہے۔ کہ آریوں کا یہ ایک دن کب ختم ہوگا۔ جس کے بعد ان میں نیوگ کی پوتر رسم رواج پا سکے گی۔

امر دوم کی نسبت یہ عرض ہے۔ کہ آج تک تو یہ کہا جاتا تھا کہ نیوگ آپت کال کا دہرم ہے۔ مگر اب یہ بتایا جاتا ہے۔ کہ نیوگ پر اس وقت عمل ہو سکیگا۔ جب شادی محض اولاد کی خاطر کی جائے گی۔ اور لوگوں میں عیش و عشرت کے خیالات نہیں پائے جائینگے۔ قطع نظر اس سے کہ کوئی ایسا زمانہ آ بھی سکتا ہے یا نہیں۔ ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں۔ کیا نیوگ کی غرض صرف اعلیٰ اولاد پیدا کرنا اور عیش و عشرت کی زندگی بسر نہ کرنا ہے۔ اگر ہے تو ہم مان لیتے ہیں۔ کہ اس پر اسی زمانہ میں عمل کیا جائے گا جب مرد اور عورت کے تعلقات محض اولاد کی خاطر ہونگے۔ اور قوائے شہوانی کے تقاضا سے مجبور ہو کر ایسے تعلقات نہیں پیدا کیے جائینگے۔ لیکن اگر خود نیوگ اولاد کی خاطر نہیں۔ بلکہ شہوانی جذبات کی سیری کے لئے بتایا گیا ہو۔ تو پھر "آریہ گزٹ" کی رائے میں اسے کب رائج ہونا چاہیئے۔

دیکھئے "موجودہ زمانہ کے سب سے بڑے مصلح" سوامی دیانند جی نیوگ کی مختلف حالتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"اگر حاملہ عورت سے ایک سال صحبت نہ کرنے کے عرصہ میں مرد سے یا دائم المریض مرد کی عورت سے نہ رہا جائے۔ تو کسی سے نیوگ کر کے اس کے لئے اولاد پیدا کر دے۔" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۳۹)

یہاں نیوگ کرنے کی اجازت محض "رہا نہ جاسکے" کی وجہ سے دیگئی ہے۔ نہ کہ اولاد کی خاطر۔ آگے اولاد پیدا ہو جانا ضروری نہیں۔ ممکن ہے ہو جائے۔ اور ممکن ہے نہ ہو۔

پس سوامی جی کے اس ارشاد سے صاف ظاہر ہے کہ دیگر بہت سی وجوہات کے علاوہ ایک وجہ نیوگ کرنے کی "رہا نہ جائے" بھی ہے۔ اور ایسی صورت میں بھوگ بلاس کے خیالات میں جس قدر ترقی ہو سکتی ہے۔ ظاہر ہے۔

امر سوم کے بارے میں صرف اتنا کہدینا کافی ہے کہ کیا سوامی دیانند جی کو ماننے والے ہندوستانی (آریہ) بھی گرے ہوئے ہیں۔ اگر وہ بھی ایسے ہی ہیں۔ تو اس سب سے بڑے مصلح کی حقیقت معلوم۔ اور اگر وہ گرے ہوئے نہیں۔ تو کیوں وہ نیوگ کی صداقت ذہن میں نہیں لا سکتے۔ اور اس کا ثبوت عمل سے نہیں دیتے۔

امر چہارم کی تائید ہم بھی بڑے زور کے ساتھ کرتے ہیں۔ ستیارتھ پرکاش میں سے نیوگ کے پوتر مسئلہ کو نکالکر آنے والی نسلوں کو اس سے محروم کر دینا بہت بڑا ظلم ہوگا۔ کیونکہ بانی آریہ سماج اور آریہ سماج کے متعلق صحیح رائے قائم کرنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ان کے ہاتھ میں نہیں ہوگا۔ خواہ کھلے طور پر آریوں کو اس پر عمل کرنے کی ابھی جرأت نہ ہو لیکن ستیارتھ پرکاش میں اس کا رہنا نہایت ضروری ہے۔

کابل نے مشرق کی عزت خاک میں ملا دی

کابل کے اٹلی سے معافی مانگ لینے پر مسلمانان ہند جس طرح بحر حیرت و استعجاب میں ڈوب گئے۔ اس کا ادنیٰ ترین ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے سرے سے اس خبر کا انکار کر دیا اور اخبار "تنظیم" امرتسر نے تو بذریعہ تار کابل سے اس کے متعلق استفسار بھی کیا مگر وہ کابل جس نے ان معمولی پیغامات مبارکباد کا سرکاری طور پر بذریعہ تار جواب دیا تھا۔ جو احمدیوں کی سنگساری کے متعلق ہندوستان کے علماء سو کی طرف سے بھیجے گئے۔ اس نے اتنے بڑے اور اہم معاملہ کے متعلق کوئی جواب نہ دیا۔ جس پر معاصر "تنظیم" کو مجبوراً یہ لکھنا پڑا :-

"ہم نے (اطالیہ سے افغانستان کے معافی مانگنے اور تاوان ادا کرنے کی اطلاع) سنتے ہی وزارت خارجیہ افغانستان کو ایک برقی پیغام روانہ کیا تھا۔ جس میں اس خبر کی صحت یا عدم صحت کے متعلق استفسار کیا گیا تھا۔ ہم اس پیغام کے جواب کا انتظار کرتے رہے۔ لیکن تاحال نسیم شمال کی شمیم جانفزا نے ہمارے پژمردہ دل کی کلی کو شگفتہ نہیں کیا۔ اور کابل سے کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی۔"

صاف بات ہے۔ یہ غریب اور بے کس احمدیوں کی سنگساری نہ تھی۔ کہ جس کے متعلق کابل کے جی میں جو آیا۔ اس نے کہدیا اور بڑے طمطراق سے اپنے اس فعل شنیعہ پر اظہار فخر کر دیا۔ بلکہ ایک حکومت سے تعلق رکھنے والا معاملہ تھا۔ اور اس حکومت سے تعلق رکھتا تھا۔ جس کے آگے کابل بذلت ناک رگڑ چکا تھا۔ پھر وہ جواب دیتا تو کیا دیتا۔ اسی لئے وہ خموش رہا۔ لیکن یہ خموشی بھی اسے کوئی فائدہ نہ دے سکیگی۔

اور "تنظیم" کو یہ اقرار کرنا پڑا۔ کہ "اس موقع پر کابل نے مشرق کی عزت و ناموس کو خاک میں ملا دیا"

"زمیندار" کو کابل کا یہ تازہ کارنامہ مبارک ہو جو اسے اسلام کی واحد امید اور اسلام کا حقیقی محافظ قرار دیتا ہے *

کابل میں مسولینی کا حکم چلتا ہے

اگرچہ "تنظیم" یہ جانتا ہے کہ:۔

"افغانستان کا یہ فعل مذبوحی اور اضطراری حرکت ہے جو اس سے گوناگوں سیاسی اقتصادی اور مالی مشکلات میں پھنسے ہونے کے باعث سرزد ہوئی"

تاہم وہ یہ کہنے پر مجبور ہے کہ:۔

"دنیائے متمدن میں افغانستان کے اس طرح معافی مانگنے سے ایک عام خیال پیدا ہو جائے گا کہ افغانستان اس معاملہ میں حق پر نہ تھا۔ اور وہاں غیر ملکیوں کے ساتھ انصاف نہیں ہوتا۔ علاوہ بریں غیر ملکی اشخاص کی رعونت اور بھی بڑھ جائیگی۔ اور شاید ایک پیپر نو کی جگہ کئی پیپر نو اطالیہ سے چلکر افغانستان پہنچ جائیں۔ اور وہاں جا کر نظام امنیت سے بے اعتنائی کا برتاؤ کرنے لگیں۔ کیونکہ انہیں یقین ہو گا کہ مسولینی کی ایک جنبش محکمہ امنیت کے کمانڈار کو معطل کرا سکتی ہے۔ اور افغانستان میں اعلیحضرت امیر غازی کا فرمان نہیں چلتا۔ بلکہ مسولینی کا حکم چلتا ہے"

امید ہے معاصر تنظیم کی اس رائے کے ساتھ "زمیندار" کو بھی پورا پورا اتفاق ہو گا۔ کیونکہ کابل نے ایک مجرم اطالوی کو سزا دینے پر معافی مانگ کر ثابت کر دیا ہے کہ مسولینی اپنے ملک کے ادنےٰ سے ادنےٰ انسان کی خاطر جو چاہے کابل سے منوا سکتا ہے۔ اور جو بھی حکم دے۔ کابل کی مجال نہیں کہ اس سے سرتابی کر سکے *

کابل نے بے گناہ احمدیوں کو سنگسار کر کے جہاں دنیا میں اپنی وحشت اور درندگی کا ثبوت دیا تھا۔ وہاں اٹلی سے معافی مانگ کر اپنے ہوا خواہوں کے نزدیک بھی اسقدر بزدلی دکھائی ہے۔ جو اس کے ماتھے پر ہمیشہ کے لئے کلنک کا ٹیکہ رہے گی *

ارکان مجلس خلافت کی حالت

تحریک خلافت کے پُر جوش لیڈر سید حبیب صاحب ارکان مجلس خلافت کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"آج مجلس خلافت پر جو لوگ قابض ہیں وہ اپنے اصول سے گر گئے ہیں" (سیاست ۱۳ ستمبر) مگر سوال یہ ہے کہ

چودہویں صدی کے مولوی

اس زمانہ کے مولویوں کی کسی اور خوبی کا کوئی قائل ہو یا نہ ہو لیکن اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ انہیں اپنے ہر مطلب اور ہر خواہش کا جواز قرآن کریم کی آیات بینات سے نکالنے اور ان سے حسب منشاء استدلال کرنے میں کمال حاصل ہے۔ جو اصحاب ترک موالات کی مختلف مدوں۔ تحریک ہجرت کے متعدد اعلانوں اور گورنمنٹ کے مختلف محکمہ جات کی ملازمتوں کے متعلق مولویوں کے فتووں سے واقف ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ ہندوستان کے یہ "علماء کرام" کس طرح بات بات کے متعلق آیات قرآنی دکھاتے اور کس زور شور سے ہر ایک اس فعل کا جواز ثابت کرتے جس کا حکم گاندھی جی دیتے تھے

اس سے بھی بڑھکر احادیث کے متعلق انہوں نے کمال دکھایا گاندھی جی کی اقتدا اور پیروی کا استدلال "احادیث" سے کیا گیا۔ چرخہ کی فضیلت اور بڑائی میں "احادیث" پیش کی گئیں۔ اہل ہنود سے دوستی اور رفاقت کا جواز "احادیث" سے نکالا گیا۔ ہندوؤں کی خاطر اپنے لئے گائے کا گوشت حرام کر لینے کا ثبوت "احادیث" سے بتایا گیا۔ غرض کوئی بات اور کوئی فعل ایسا نہ رہ گیا جس کی تائید اور حمایت میں مولوی صاحبان نے بیسیوں حدیثیں ازبرنہ سُنا دیں *

مولوی صاحبان کے اس طرز عمل نے ظاہر کر دیا کہ انہیں ایک دھ تر لقمہ کھلا کر جو چاہو اُگلوا لو۔ کیونکہ ان کی زنبیل میں ایسے بیشمار عربی کے فقرے موجود ہیں۔ جنہیں وہ "احادیث" کہکر پیش کر سکتے ہیں۔ اور ان کے دماغ ایسے سلجھے ہوئے ہیں کہ ہر بات کے جواز کا استدلال آیات قرآنی سے انہیں معلوم ہے *

یہ صاف بات ہے کہ دوسروں کی خاطر مولوی صاحبان آیات و احادیث کی تلاش و جستجو میں جب اسقدر سعی بلیغ سے کام لے سکتے ہیں۔ تو اپنی ذاتی ضروریات کے لئے وہ جتنی بھی کوشش کریں کم ہے۔ اسی بات کو مدنظر رکھ کر مولوی دیدار علی صاحب امام مسجد وزیر خاں لاہور کے بیان فرمودہ حسب ذیل حقائق و معارف کا مطالعہ کرنا چاہیئے

جناب مولوی صاحب موصوف لاہور میں ان لوگوں کے سرگروہ ہیں جو نجدیوں کے خلاف نہ صرف اظہار رنج و ملال کر رہے۔ بلکہ پوری قوت اور طاقت سے تیغ زبان کے جوہر بھی دکھا رہے ہیں۔ ایسی حالت میں انہیں نجدیوں کے خلاف استدلال کرنے کے لئے جس قدر احادیث کی ضرورت پیش آ سکتی ہے ظاہر ہے اور خوشی کی بات ہے کہ اس تلاش میں وہ ناکام نہیں رہے۔ بلکہ احادیث کے بحر ذخار میں سے دُرِ مقصود نکال ہی لائے ہیں *

چنانچہ مولوی صاحب موصوف نے ایک جلسہ عام میں تقریر کرتے ہوئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک کے ایک واقعہ کا ذکر اس طرح فرمایا:۔

"تقسیم مال کے وقت جب مال نجدیوں کو ملنے لگا۔ تو انصار و مہاجرین کو رنج ہوا۔ کہ ان کو چھوڑ کر نجدیوں کو کیوں مال دیا جا رہا ہے حضور نے فرمایا یہ لوگ مال لے جائینگے۔ تم ہم کو لے جاؤ گے۔ ان کو اس لئے دیا جا رہا ہے۔ کہ ان کے ایمان میں تذبذب ہے وہ رفع ہو جائے۔ دیکھئے نجدی صحابہ ہو چکے تھے۔ لیکن نجدی مٹی میں یہ تاثیر ہے۔ کہ نجدی صحابہ ہو کر بھی طمع زر سے باز نہ رہے"

(زمیندار ۱۳ ستمبر)

نجدیوں پر یہ چوٹ تو اس وارفتگی سے کی گئی۔ کہ صحابہ رسول کریم کی شان اور عظمت کو بھی بالائے طاق رکھدیا گیا۔ لیکن کسر صرف اتنی رہ گئی۔ کہ کتب احادیث میں جہاں یہ واقعہ مذکور ہے۔ وہاں نجدیوں کا کوئی ذکر نہیں ہے *

چنانچہ اصل واقعہ صحیح بخاری کے مختلف ابواب میں اس طرح آیا ہے:۔

"جب اللہ تعالےٰ نے حنین میں ہوازن کی دولت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کی۔ تو آپ نے قریش کے نومسلموں کو عطا کیا۔ اور انصار کو کچھ نہ دیا۔ اس پر بعض انصار نے کہا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قریش کو دیا۔ اور ہم کو محروم رکھا۔ حالانکہ ہماری تلواروں سے اب تک قریش کے خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس قسم کی باتیں سنیں۔ تو تمام انصار کو ایک خیمہ میں جمع کیا اور دریافت کیا۔ کہ یہ واقعہ ہے۔ جو میں نے سنا ہے۔ انصار نے عرض کی۔ یارسول اللہ ہمارے سربرآوردہ لوگوں میں سے کسی نے یہ نہیں کہا۔ چند نوعمر نوجوانوں نے یہ فقرے کہے تھے"

اس پر آپ نے ایک زبردست خطبہ ارشاد فرمایا اور آخر میں کہا:۔

"اے انصار کیا تم کو یہ پسند نہیں۔ کہ اور لوگ اونٹ اور بکریاں لے جائیں۔ اور تم محمدؐ کو لے جاؤ"

مولوی دیدار علی صاحب نے اسی واقعہ کو نجدیوں کی مذمت کی خاطر مسخ نہیں کیا۔ بلکہ یہ بھی ارشاد فرمایا:۔

"انہیں نجدیوں میں سے ایک نے کہا تھا۔ اعدل یا رسول اللہ۔ اے اللہ کے نبی آپ عدل سے کام لیجئے۔ حضرت عمرؓ نے یا حضرت خالد یاد نہیں۔ لیکن یہ صحیح ہے۔ کہ ان میں سے ایک نے کہا۔ کیا اسکی گردن اتار دی جائے۔ جو حضور کے عدل میں شبہ کا اظہار کرتا ہے"

لیکن یہاں بھی خواہ مخواہ نجدیوں کو گھسیٹ دیا گیا ہے۔ کیونکہ جس شخص کا اس واقعہ میں ذکر ہے۔ وہ نجدی قبائل میں سے نہ تھا۔ بلکہ حجازی تھا۔

کیا یہ اس امر کا ثبوت نہیں ہے۔ کہ آج کل کے مولوی اپنے خیالات کو تقویت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

حضرت مرزا صاحب نے مبعوث ہو کر کیا کیا

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ

فرمودہ ۱۱ ستمبر ۱۹۲۵ء

سورہ فاتحہ کے بعد آیت ربنا و ابعث فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیاتک و یعلمھم الکتاب و الحکمۃ و یزکیھم انک انت العزیز الحکیم (۱۵ع بقر) تلاوت کرکے فرمایا:۔

تمہید میں نے پچھلے سے پچھلے جمعہ کے خطبہ میں ان لوگوں کا ایک اعتراض بیان کیا تھا۔ جو جدید تعلیم سے بہرہ ور ہیں۔ اور جو ہر ایک امر کے متعلق بجائے تفصیلات میں پڑنے کے اصولی بحث کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اور یہ پوچھتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کون سا ایسا کام کیا۔ جس کی وجہ سے ہم انہیں مانیں۔ یا یہ کہ خدا کو کیا ضرورت پیش آئی تھی۔ کہ وہ ایک نبی کو مبعوث کرتا جبکہ علماء بھی یہی کام کرتے ہیں۔ جو اس نبی نے آکے کئے۔ میں نے تمہیدی طور پر کچھ باتیں کہی تھیں۔ اور اصل مضمون کو آئندہ کے لئے اٹھا رکھا تھا۔ جسے اب بیان کرتا ہوں۔

دعائے ابراہیم کی تفسیر جو آیت میں نے سورہ فاتحہ کے بعد آج پڑھی ہے۔ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبانی خدا تعالیٰ نے وہ کام بتائے ہیں۔ جن کے لئے ایک نبی مبعوث ہوا کرتا ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا ایک نبی خدا تعالیٰ سے ہی اشارہ پا کر دعا کرتا ہے۔ کہ اے میرے رب ان لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول برپا کر جو ان پر تیری نشانیاں یا دلائل بیان کرے۔ اور ان کو تیری طرف سے آنے والی کتاب کی صحیح صحیح تعلیم دے۔ اور حکمت و موعظت کی باتیں سکھلائے۔ اور ان کو پاک بنائے۔

نبی کے مخصوص کام اس آیت میں چند کام بتائے گئے ہیں۔ جو صرف نبی ہی کے لئے ہیں۔ اور یہ تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ انہیں نبی ہی کر سکتا ہے۔ اگر نبی کے سوا اور بھی ان کو کر سکتا۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کسی رسول کے لئے خدا تعالیٰ کے حضور درخواست نہ کرتے۔ پس جن باتوں کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے۔ وہ نبی ہی کے کرنے کی ہیں۔ ان کو نہ تو کوئی مولوی کر سکتا ہے اور نہ کوئی عالم۔ کیونکہ اگر مولوی یا عالم بھی انہیں کر سکتے تو یہ نہ ہوتا کہ ایک رسول کے مبعوث کئے جانے کے لئے ایک نبی مستدعی ہوتا۔ بلکہ یہ ہوتا کہ وہ بجائے وابعث فیھم رسولاً منھم کے ربنا اجعل علماء منھم کی درخواست کرتا یعنی ایسے علماء پیدا کئے جانے کی درخواست کرتا جو یہ کام کر سکے۔ دیکھو ٹوکری ڈھونے کے لئے کسی عالم کی ضرورت نہیں ہوا کرتی۔ لیکن اگر کوئی عالم شخص بلا ضرورت (اگرچہ میں مانتا ہوں۔ کہ بعض اوقات ایسی ضرورت پیش آسکتی ہے۔ کہ کسی بڑے سے بڑے برگزیدہ انسان کو بھی ٹوکری اٹھانی پڑے) اٹھائے۔ تو لوگ اسے بیوقوف کہیں گے۔ ٹوکری اٹھانے کے لئے مزدور ہی مقرر ہوتے ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی مزدور کہے۔ کہ میں ایک عالم کا کام کروں گا۔ تو وہ ہرگز نہیں کر سکے گا۔ اسی طرح ڈپٹی کمشنر اگر پیادہ کا کام کرنا چاہے۔ تو وہ جہاں اپنا نقصان کرے گا۔ وہاں عام لوگوں کے فوائد کو بھی ٹھوکر لگائے گا اور پیادہ اگر یہ چاہے کہ میں ڈپٹی کمشنر کا کام کروں۔ تو وہ ڈپٹی کمشنر کے کام کو نہ کر سکیگا۔ اسی طریق پر انبیاء اور علماء کا فرق ہے۔

علماء کے کام جو کام انبیاء کے ہیں۔ علماء انہیں ہرگز ہرگز نہیں کر سکتے۔ علماء کا کام تو اتنا ہی ہے کہ جو تعلیم نبی دے۔ اور جس راستہ پر وہ قوم کو ڈالے۔ اس کی حفاظت کریں اور لوگوں کو اس سے ادھر ادھر نہ ہونے دیں۔ لیکن اگر وہ یہ چاہیں۔ کہ ہم نبیوں کا کام کریں۔ تو وہ ہرگز اسے نہیں کر سکتے پس اگر یہ مان لیا جائے کہ علماء اور مولویوں کو بھی مقدرت اور طاقت ہے۔ کہ وہ یہ کام کر سکیں۔ جو اس آیت میں نبی کے بتائے گئے ہیں۔ تو یہ ماننا پڑے گا۔ کہ نعوذ باللہ حضرت ابراہیمؑ نے غلط دعا کی۔ اور خدا تعالیٰ نے بھی نعوذ باللہ اسے قبول کرنے میں غلطی کھائی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو علماء کو طلب کرنے کی بجائے نبی طلب کیا۔ اور خدا تعالیٰ نے بجائے کسی عالم کے لئے یہ دعا قبول کرنے کے ایک ایسا نبی مبعوث کیا۔ جو تمام انبیاء سے بڑھ کر شان رکھتا ہے۔ یعنی اس دعا کے سننے اور قبول کرنے کا یہ نشان ظاہر کیا۔ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا نبی دنیا میں بھیج دیا۔ جس نے آکے یہ چاروں کام جو اس آیت میں مندرج ہیں نہایت خوبی کے ساتھ کر دکھائے۔

حضرت ابراہیم نے دعا کرنے میں غلطی نہیں کھائی اب اگر ان کاموں کو عالم یا مولوی لوگ بھی کر سکتے ہوتے۔ تو کیا ضرورت تھی کہ خدا تعالیٰ ایک امی کو نبی بنا کے بھیجتا۔ بلکہ چاہئے تھا۔ کہ اس وقت کے عالموں میں سے یا مولویوں میں سے کسی کو اس کام کے لئے کھڑا کر دیتا۔ لیکن قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے۔ اور واقعات بتاتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا۔ اس نے اس زمانہ کے عالموں اور مولویوں کی طرف دیکھا۔ اور ایک نبی کو اس کام پر مامور کر دیا۔ جس سے یہ ثابت ہو گیا۔ کہ یہ چاروں کام صرف نبی ہی کر سکتے ہیں۔ اور جب ضرورت پیش آتی ہے کہ ان کاموں کو کرایا جائے۔ تو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک نبی ہی بھیجا جاتا ہے۔ علماء انہیں نہیں کر سکتے کیونکہ عالم بھی انہیں کر سکتے ہوتے۔ تو ابتداءً کبھی خدا تعالیٰ کسی نبی کو نہ بھیجتا۔ بلکہ مولویوں اور عالموں کو ہی ان امور کے لئے مقرر کر دیتا۔ لیکن اصل بات یہ ہے۔ کہ ابتدا میں نبی ہی مبعوث ہوتے ہیں۔ اور پھر علماء پیدا ہوتے ہیں۔

نبی پہلے ہوتا ہے اور علماء اس کے بعد میں نے ابتداءً اس لئے کہا ہے کہ اصل بات ہمیشہ پہلے ہوتی ہے اور اس کی تشریح و تفسیر پیچھے کی جاتی ہے۔ اسی طرح نبی جو ہیں۔ وہ اصل کام کرنے والے ہوتے ہیں۔ اور جو ان کے اقوال اور کلام اور کام کی تشریح اور تفسیر کرتے ہیں۔ وہ ان کے پیچھے آتے ہیں یعنی نبی ہمیشہ ابتدا میں ہوتا ہے اور عالم اور مولوی اس کے پیچھے۔ نبی اصل بات کو پیش کرتا ہے اور اصل کاموں کو کرتا ہے اور علماء نبی کے بتائے ہوئے رستہ پر لوگوں کو چلاتے ہیں۔ پس اصل کام کرنے والا نبی ہوتا ہے اور وہ ابتدا میں ہوتا ہے۔ اور اس کے کام اور کلام کے سمجھانے والے علماء ہوتے ہیں۔ اور وہ اس کے پیچھے ہوتے ہیں۔

ہمارا سوال معترضین سے میں نے جو یہ آیت پڑھی ہے میں انشاء اللہ تعالیٰ بتاؤں گا کہ اس میں نبی کے کیا کام بتائے گئے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وہ کام کئے اور زمانہ پکار کر کہہ رہا ہے۔ کہ آپ نبی تھے۔ اور یہ کہ زمانہ کی حالت تقاضا کر رہی تھی کہ ایک نبی آئے۔ مگر پیشتر اس کے کہ میں ان امور کو بیان کروں اور ان کا جواب دوں میں کہتا ہوں ہمارا حق بھی ہے کہ اعتراض کرنیوالوں سے پوچھیں آیا وہ حضرت مرزا صاحب کا کوئی کام مانتے بھی ہیں یا نہ۔ دوسرا سوال یہ ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے جو کچھ کیا۔ کیا مسلمانوں کے علماء وہ کام کر رہے تھے۔ میں مانتا ہوں کہ ۹۹ فیصدی ان لوگوں میں سے یہ جواب دینگے۔ کہ علماء نہ وہ کر رہے تھے اور نہ کر رہے ہیں۔ پس جب مولوی اور عالم اب بھی وہ کام ہی نہیں کر رہے۔ جو حضرت مرزا صاحب نے کیا۔ تو پھر آپ کے آنے کی کیوں ضرورت نہ تھی۔ کوئی شخص شائد یہ کہہ دے کہ بیشک وہ کر تو نہیں رہے لیکن کر سکتے ہیں۔ لیکن سوال یہ نہیں کہ وہ کر سکتے ہیں یا نہ۔ بلکہ سوال یہ ہے۔ کہ وہ کر رہے ہیں یا نہ۔

بعثت مسیح موعود کی ضرورت فوج میں جرنیل مقرر کئے جاتے ہیں۔ ان میں سے کامیاب بھی ہوتے ہیں اور ناکام بھی۔ اب اگر کوئی جرنیل کسی مہم میں ناکام

ہو گیا۔ تو کوئی یہ کہنے کا حق نہیں رکھتا۔ کہ فلاں شخص بھی یہ کام کر سکتا تھا۔ کیونکہ اس نے کیا نہیں۔ اسی طرح جب مسلمان تباہ ہو رہے تھے۔ جب مسلمان ذلت کے گڑھے میں گر رہے تھے۔ جب مسلمان دن بدن خستہ حالت میں ہو رہے تھے۔ تو کسی مولوی اور عالم نے ان کے بچاؤ کے لئے کچھ نہ کیا۔ ایسی حالت میں کیا یہ ضروری نہ تھا۔ کہ خدا تعالےٰ ان کے لئے کسی ایسی ہی شخصیت کو پیدا کرتا جو علماء اور مولویوں کے گروہ سے ممتاز ہوتی۔ علماء کہلانیوالے دبے بیٹھے تھے۔ صوفیا بے جان ہو رہے تھے۔ فقہاء دم بخود تھے۔ مولوی خاموش تھے۔ ان کی آنکھوں کے سامنے دشمن اسلام کو کھا رہے تھے۔ ان کی موجودگی میں دوسرے مذاہب اسلام کو دیمک کی طرح چاٹ رہے تھے۔ مگر وہ کچھ نہ کر سکتے تھے۔ مولوی بھی اس کیفیت کو دیکھ رہے تھے۔ علماء بھی اس حالت سے بے خبر نہ تھے۔ امراء بھی اس سے غافل نہ تھے۔ مگر باوجود اس کے اسلام کے دشمن اسلام کو مٹا رہے تھے۔ اور ان میں سے کوئی بھی نہ تھا۔ جو اس کے بچاؤ کے لئے کھڑا ہو سکتا۔

مسیح موعودؑ نے جو کچھ کیا وہ کسی اور نے نہ کیا

جو کام ایسے وقت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا۔ وہ جب تک نہ ہوا تھا۔ تب تک کوئی بھی نہ کہتا تھا۔ کہ فلاں مولوی یا فلاں عالم اسے کر سکتا ہے۔ لیکن جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دنیا میں آکر اپنا کام کیا۔ اور اسلام کو اس کے دشمنوں کے ہاتھوں سے چھڑا کر پھر اپنے پاؤں پر کھڑا کر دیا تو کہ مولوی اور عالم بھی تو یہ کام کر سکتے تھے اگرچہ یہاں کر سکنے کا سوال نہیں بلکہ کر لینے کا ہے۔ مگر قطع نظر اس بات کے ہم پوچھتے ہیں۔ پھر کر کیوں نہ لیا۔ پس امر واقعہ یہ ہے۔ کہ وہ نہ کر سکتے تھے۔ اور نہ اب کر سکتے ہیں۔ اس لئے ضرورت تھی۔ کہ خدا تعالےٰ کسی کو بھیجے تا وہ ان کاموں کو کرے جن کے کرنے سے مولوی لوگ اب بھی اسی طرح قاصر ہیں۔ جس طرح کہ پہلے تھے۔ پس ضرورت تھی کہ ایک شخص کو خدا اس کام کے لئے بھیجے۔ اور جسے خدا کہے کہ تو اس کام کو کر وہ نبی ہوتا ہے اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اتنا کام بھی نہیں کیا۔ جتنا دیوبندی مولوی کر سکتے تھے۔ تب بھی ایک نبی کی ضرورت تھی۔ کیونکہ دیوبندیوں نے اس کام کو نہیں کیا۔ جس کی درحقیقت دنیا کو ضرورت تھی۔ اور اگر ان حالات کے ماتحت خدا نے ان کاموں کے لئے کسی کو کھڑا کیا۔ تو وہ نبی ہوا پس اگر معترض کا یہ دعویٰ مان بھی لیا جائے۔ تو حضرت مرزا صاحب نے جو کچھ کیا۔ وہ مولوی بھی کر سکتے تھے۔ تب بھی ایک نبی کی ضرورت رہتی ہے۔ اور حضرت مسیح موعود نے اس ضرورت کو پورا کیا۔

مخالفین اسلام کی کتب اور مولوی

جب تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آکر اسلام کی حفاظت نہیں کی تھی۔ اس وقت تک لوگ جانتے بھی نہ تھے۔ کہ اسلام کو کیسے سے بچایا جا سکتا ہے۔ علماء نے تو یہ کہہ رکھا تھا۔ کہ جو عیسائیوں اور آریوں کی کتابیں پڑھے وہ کافر ہے۔ اگر کوئی شخص اسلام کے کسی مسئلہ کے متعلق سوال کرے تو کافر ہے۔ اگر وہ جواب دے سکتے یا مخالفین کے حملوں کو روک سکتے۔ تو ایسا کیوں کرتے۔ مگر وہ اپنی حقیقت خوب اچھی طرح سمجھتے تھے۔ اس لئے بچاؤ کی انہوں نے یہی صورت سمجھی۔ کہ مخالفین کی کوئی کتاب نہ پڑھی جائے۔ اور ان کا کوئی اعتراض نہ سنا جائے۔ مگر اس سے جس قدر نقصان پہنچا ظاہر ہے۔ ان کے مقابلہ میں حضرت مسیح موعودؑ چونکہ اس لئے آئے تھے کہ اسلام کو دشمنان اسلام سے بچائیں۔ اور اس کا غلبہ ثابت کریں۔ اس لئے آپ نے مخالفین کی کتابیں پڑھنے سے نہ صرف منع نہ کیا۔ بلکہ ہدایت فرمائی۔ اور اب ہمارا تو بچہ بچہ ان کی کتابیں پڑھتا ہے۔ اور ہم دیگر مذاہب کی کتابیں پڑھنے سے ان کو روکتے نہیں۔ بلکہ تاکید کرتے ہیں۔ کہ وہ ضرور ان کو پڑھیں۔ کیونکہ جب تک وہ ان کو پڑھیں گے نہیں۔ ان کے نقائص سے آگاہ نہیں ہونگے۔ اور پھر اگر ان کو پڑھیں تو بالمقابل اپنے مذہب کی خوبیوں کی بھی قدر و قیمت نہیں جان سکتے۔ پس ہم تو اپنے آدمیوں کو دوسرے مذاہب کی کتابیں پڑھنے کے لئے تاکید کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کو اگر پڑھیں گے نہیں تو ان کے جواب کیسے دے سکیں گے۔ ہم یہ نہیں کرتے کہ ان مولویوں کی طرح یہ کہیں۔ کہ جو ان کی کتابیں پڑھے۔ وہ کافر ہے۔

سر سید احمد خاں کے کام

ایک گروہ تو علماء اور مولوی کہلانیوالوں کا ہے۔ جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ دوسرا گروہ تعلیم یافتہ کہلاتا ہے۔ ان کے سردار سید احمد خاں ہیں۔ انہوں نے اپنے رنگ میں مسلمانوں کی بہت خدمت کی ہے لیکن یورپ کے اعتراضات سے وہ بھی ڈر گئے۔ اس لئے انہوں نے ایسا رویہ اختیار کیا۔ کہ اسلامی مسائل کو نئی روشنی کے ماتحت رکھا جائے۔ پس سر سید احمد خاں نے جو کام کیا۔ وہ بھی بتاتا ہے۔ کہ وہ اس کام کو نہیں کر سکے۔ جو اصل کام تھا۔ تعلیمی نقطۂ نگاہ سے ایک حد تک انہوں نے مفید کام کیا ہے۔ لیکن یہ بات کہ ان کا کام ایک نبی کے کام کی طرح تھا۔ بالکل نادرست ہے۔ جو کچھ انہوں نے کیا۔ اس میں بھی ان کو بہت سی تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں۔ اور مختلف قسم کی مشکلات سے گذر کر وہ کہیں اس کام کو کر سکے۔ مگر جب وہ کام کر چکے۔ تو کہنے والوں نے کہدیا۔ یہ کونسا مشکل کام تھا۔ ہم بھی کر سکتے تھے۔

کولمبس اور اس کے حریف

ایسے ہی لوگوں سے کولمبس کو سابقہ پڑا تھا۔ کولمبس نے جب ایک نئے ملک کی دریافت پر جانے کی تیاری کی اور اس کے لئے اپنی گورنمنٹ سے اجازت طلب کی تو وزرائے پارلیمنٹ اس پر بہت ہنسے اور کہنے لگے۔ کہ بھلا کبھی دماغ میں یہ بات بھی آسکتی ہے۔ کہ کوئی ایسا ملک ہو۔ کہ جس میں لوگوں کی ٹانگیں اوپر کو ہوں اور سر نیچے کو۔ درختوں کی جڑیں الٹی ہوں اور ان کی چوٹیاں نیچے کی طرف۔ پانی نیچے سے اوپر برستا ہو۔ غرض وہ یہ سن کر کہ زمین گول ہے۔ اور یہ قیاس کر کے کہ بسبب زمین کے گول ہونے کے وہاں کی ہر چیز الٹی ہو گی۔ خوب ہنسے۔ اس وقت ہنسنے والے بڑے بڑے لوگ تھے۔ جن میں نامی گرامی پادری بھی شامل تھے۔ لیکن وہی بات جس پر وہ ہنستے تھے۔ آج بچہ بچہ جاننے لگ گیا ہے کہ زمین گول ہے۔ اور باوجود گول ہونے کے اس کی ہر چیز سیدھی بھی ہے۔ غرض اس ہنسی اور تمسخر میں وہ رخصت ہو گیا اور راستے کی مشقتوں سے اس کے سپاہی اور جہاز ران آگے جانے سے حوصلہ ہار بیٹھے۔ اور ایک دفعہ تو انہوں نے یہ ارادہ بھی کیا۔ کہ اسے مار کر سمندر میں پھینک دیں۔ اور خود واپس لوٹ جائیں۔ مگر وہ اپنی دانائی اور حکمت سے انکو آگے لے گیا۔ اور امریکہ دریافت کر لیا۔ وہ جب واپس اپنے ملک میں پہنچا۔ تو اس کے حاسدین نے یہ کہنا شروع کر دیا۔ کہ کولمبس کی اس میں کوئی خصوصیت نہیں۔ اگر ہم جانتے۔ تو ہم بھی دریافت کر لیتے۔ یہ سن کر کولمبس نے ایسے لوگوں کی دعوت کی اور ایک انڈا منگا کر سب سے کہا۔ اسے بغیر سہارا دیئے میز پر کھڑا کر دو۔ سب نے بہتیرا زور لگایا اور ہر طرح کوشش کی۔ لیکن انڈے کو کھڑا نہ کر سکے۔ جب وہ سب کے سب ناکام رہے۔ تو اس نے کہا۔ لو میں کھڑا کرتا ہوں۔ تمہیں کافی موقع اس کے کھڑا کرنے کا دیا گیا لیکن تم نہ کر سکے۔ کیا اب بھی کہو گے۔ کہ اگر موقعہ ملتا۔ تو ہم بھی کھڑا کر لیتے۔ یہ کہکر اس نے ایک نوکدار چیز لی۔ جسے انڈے میں چبھونے سے ذرا سی جیب نکل آئی۔ اس کے ساتھ اس نے چپکا کر انڈا کھڑا کر دیا۔

کر سکنے کا دعویٰ

پس ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دنیا میں ایسے لوگوں کی کثرت ہے جو کام کے ہونے سے پہلے تو جانتے بھی نہیں کہ کام کیا ہے۔ یا اگر جانتے ہیں۔ تو اس بات سے ناواقف ہوتے ہیں۔ کہ کام کیا کیسے جائے۔ لیکن جب کوئی دوسرا شخص اس کو کرے۔ تو پھر کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ کہ ہم بھی کر سکتے تھے۔

باوجود موقعہ ملنے کے مسلمان کچھ نہ کر سکے

اسیطرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب دنیا میں آکر کام کر دکھایا۔ اور اسلام کو ایک مضبوط چٹان ثابت کر دیا۔ تو ایسے لوگ جھٹ بول اٹھے۔ کہ اس میں مرزا صاحب کی کیا خصوصیت ہے ہم خود بھی ایسا کام کر سکتے ہیں۔ لیکن درست بات یہ ہے۔ کہ یہ سب کہنے کی باتیں ہیں۔ ورنہ کر وہ اب بھی کچھ نہیں سکتے۔ اگر وہ کچھ کر سکنے والے ہوتے۔ تو انہیں کس نے

کے لئے کافی موقعہ مل چکا تھا ؎

فیج اعوج کی تین صدیاں

تین صدیاں فیج اعوج کی انہیں ملیں۔ لیکن ان میں کچھ نہ کرسکے عیسائی ایک لمبے عرصہ تک مسلمانوں کو دھکیلتے چلے گئے۔ انہیں روندتے چلے گئے۔ انہیں مسلتے چلے گئے۔ لیکن نہ کوئی عالم کچھ کرسکا۔ اور نہ ہی کوئی مولوی کچھ بنا سکا۔ نہ کوئی صوفی سامنے کھڑا ہوسکا۔ تین صدیوں تک مخالفین اسلام کو تباہ کرنے کے لئے مختلف حیلے کرتے رہے۔ مگر ان مولویوں کا نہ کوئی چھوٹا ان کو روک سکا اور نہ کوئی بڑا انکا مقابلہ کرسکا۔ دشمنوں نے طرح طرح اسلام کو مٹانے کی کوششیں کیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذاتی کریکٹر مسلمانوں کی کتابوں سے نکال کر ایسی گندی رنگ آمیزی سے پیش کیا۔ کہ مسلمان اسے پڑھ کر مرتد ہو رہے تھے۔ اس عرصہ میں وہ ان مولویوں اور عالموں کو دیکھتے دیکھتے سینکڑوں نہیں ہزاروں نہیں لاکھوں آدمیوں کو کھینچ کرلے گئے۔ لیکن یہ کچھ نہ کرسکے اور کر بھی کیا سکتے تھے۔ جب کہ عالم کہلانے والے اور مولوی نام رکھانیوالے خود اسی طرف کھنچے چلے جارہے تھے۔ تین سو سال تک انہیں موقع دیا گیا۔ لیکن انہوں نے کچھ نہ کیا۔ کیا ابھی اور موقع چاہیئے تھا۔ تاکہ بالکل اسلام تباہ ہوجاتا ؎

اور انتظار بالکل تباہ کردیتی،

اگر ایک سو سال تک اور انتظار کی جاتی۔ یا اگر پچاس سال ہی اور انتظار کیجاتی یا اگر پچیس سال ہی اور انتظار کی جاتی۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں۔ گو میں اسے دلائل سے ثابت نہ کرسکوں۔ مگر خدا تعالے کے فعل کے احترام کا یہی تقاضا ہے۔ کہ میں کہوں۔ حضرت مسیح موعود کو جس دن مبعوث کیا گیا۔ اس کے بعد ایک دن بھی اور انتظار کیا جاتا۔ تو اسلام تباہ ہوجاتا۔ قطع نظر اس کام کے جو حضرت مرزا صاحب نے کیا۔ ہم کہتے ہیں کہ کیا وہ کام مولوی کر رہے ہیں۔ جو ایک نبی کے کام ہیں۔ کیا وہ حفاظت اسلام کر رہے ہیں؟ اور کیا ان کے اخلاق سب سے زیادہ نہیں گرے ہوئے؟ کیا وہ قابل شرم افعال کے مرتکب نہیں ہو رہے؟ اگر ایسا ہی ہے۔ اور یقیناً ایسا ہی ہے۔ تو جب وہ نہ حفاظت اسلام کر رہے ہیں۔ اور نہ ان کی اخلاقی حالت درست ہے۔ تو پھر کیسے کہا جاسکتا ہے۔ کہ وہ ان کاموں کو کر رہے ہیں یا کرسکتے ہیں۔ جو انبیاء کے کام ہیں۔ اور جو کام حضرت مرزا صاحب نے کئے۔ اصل بات یہی ہے۔ کہ مولوی لوگ نہ ان کاموں کو کر رہے ہیں۔ اور نہ کرسکتے ہیں ؎

نبیوں کا پہلا کام

اس جواب کے بعد میں ان امور کو لیتا ہوں۔ جو اس آیت میں خدا تعالےٰ نے بیان فرمائے ہیں۔ اور جن سے کسی نبی کی شناخت ہوسکتی ہے۔ اور جو اس میں اور دوسرے لوگوں میں ما بہ الامتیاز ہیں۔ چنانچہ پہلی بات جسے پہلی دلیل کہنا چاہیئے یہ ہے۔ ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم آیٰتک۔ یہ دعائے ابراہیمؑ جو بتلا رہی ہے۔ کہ الہامی دعا ہے۔ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں۔ اے رب تو اس قوم میں رسول بھیج جو ان میں سے ہی ہو اور جس کا پہلا کام یہ ہو (قرآن کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ رسولوں کا پہلا کام یہی ہوتا ہے) کہ وہ ان کو تیری آیات سے آگاہ کرے۔ تاکہ ان کو تیری شناخت ہوسکے ؎

آیت کے معانی اور تفسیر

آیت کے معنے دلیل۔ علامت۔ نشان کسی چیز کی آتیں۔ اسکی وہ علامتیں ہیں۔ جن سے کوئی چیز پہچانی جائے۔ چونکہ قرآن کریم سے خدا کے وجود کا پتہ چلتا ہے۔ اور اس بات کا علم حاصل ہوتا ہے۔ کہ کوئی ایسی ہستی ہے جو اس سارے کاروبار کی مالک ہے۔ اسلئے اسکے جملوں کو آیت کہا جاتا ہے۔ اور پھر ان کے سوا ہر معجزہ جو نبی اگر دکھاتا ہے آیت کہلاتا ہے۔ اسکی ہر پیشگوئی آیت ہوتی ہے۔ اور اس کے ہر اس کام کو جس سے اظہار قدرت ہو۔ آیت کہتے ہیں۔ پھر نبی اگر کوئی عقلی دلیل اس زمانے کی حالت کے ماتحت پیش کرتا ہے تو وہ بھی آیت ہوتی ہے۔ پس یہ گر ہے نبی کے پہچاننے کا۔ یعنی اگر وہ یہ کام کرے۔ تو نبی ہے۔ ورنہ نہیں۔ یہ تفسیر ہے اس آیت کی۔ اگر خالی رسولاً منھم کہہ دیتے۔ تو لوگوں کو کیا معلوم ہوسکتا تھا۔ کہ فلاں نبی ہے یا نہیں۔ پس یتلوا آیٰتک نے ایک بات پیش کردی کہ جو یتلوا علیھم آیٰتک کا کام کرے۔ وہ نبی ہے ؎

ہر نبی کا کام

بعض لوگ خیال کرتے ہیں۔ کہ صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کام کرنے والے تھے لیکن قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سارے نبی یہ کام کرنیوالے تھے۔ پس یہ ہر نبی کا کام ہے۔ وہ ایسے دلائل بیان کرتا ہے جن سے خدا تعالےٰ کی ہستی پر کامل یقین حاصل ہوجاتا ہے۔ کیا کوئی مولوی یا عالم یہ کام کرسکتا ہے۔ عالم تو وہ ہوتا ہے۔ جو کتابیں پڑھ کر لوگوں کے سامنے ان کا مطلب بیان کرتا ہے۔ کیا اس طرح کتابوں کے دہرانے سے یہ مطلب پورا ہوجاتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ دیکھو ان علماء میں قرآن مجید موجود تھا۔ مگر انہوں نے اس سے کیا فائدہ اٹھایا۔ کچھ بھی نہیں۔ اگر مسلمانوں میں مومنوں کی جماعت موجود تھی۔ تو کیا ان کو خدا پر وہی یقین تھا جو ان آیات کے ذریعہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے لوگوں کو تھا ان کو تو خدا تعالےٰ پر اسی طرح یقین آگیا تھا جس طرح کسی کو سورج پر یقین آجاتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ لیکن کیا علماء لیکچروں سے یہ بات پیدا کرسکتے تھے ؎

مسلمانوں کی حالت زار

علماء تو اس بات کے قائل ہی نہیں تھے۔ کہ اب کوئی نشان ظاہر ہوسکتا ہے۔ اور جب وہ قائل ہی نہیں تھے۔ تو اپنی ذات میں کیسے وہ یہ نشان دکھا سکتے تھے۔ مولویوں نے تو اس پر تبری ہی چلا دیا تھا اور نشانات کا دروازہ ہی بند کردیا تھا۔ کوئی اگر بگڑتا۔ تو ان کی بلا سے اور یہ اس بگڑتے کو سنبھالنے کے لئے کر بھی کیا سکتے تھے۔ جب کہ وہ خود بھی اسی قسم کے گند میں پھنسے ہوئے تھے۔ کس طرح مسلمان گمراہ ہو رہے تھے۔ انکے حالات کو دیکھکر سوائے افسوس کے اور کچھ نہیں ہوتا تھا۔ ایمان سے یہ گرے ہوئے تھے۔ یقین انمیں نہیں رہا تھا۔ عیسائی ہوگئے تو کیا۔ ملحد و بے دین ہوگئے تو کیا۔ نماز کے یہ تارک تھے۔ خدا تعالےٰ پر یقین کامل انہیں نہ تھا۔ زکوٰۃ دینا یہ نہ جانتے تھے۔ حج سے بھی ننانوے فیصدی بے بہرہ تھے۔ اخلاق تھے تو وہ بگڑے ہوئے۔ عادات و اطوار تھے۔ تو وہ بھی درست نہ تھے۔ گویا خمیر ہی بگڑا ہوا تھا۔ غرض ہر طرف سے ان میں فساد نظر آتا تھا ؎

خیانت اور مسلمان لازم و ملزوم کی طرح تھے،

اب ہی دیکھ لو۔ کونسا وہ کام ہے۔ جو انہوں نے شروع کیا۔ اور وہ عمدہ پیرائے میں اختتام کو پہنچا۔ کونسا وہ چندہ ہے جو حضرت مرزا صاحب کے بعد جمع کیا اور خیانت سے بچا۔ بعض کو اگر مستثنےٰ کردیا جائے۔ تو باقی سب غدار اور خائن ہی نظر آتے ہیں۔ اور ان کے متعلق بھی کہ جنہیں مستثنےٰ کیا گیا ہے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ وہ خائن نہیں بلکہ ان کے متعلق ہم کو پتہ نہیں لگ سکا۔ کہ وہ کیسے ہیں۔ ایک مسلمان ہندو کو تو نوکر رکھ لیتا ہے۔ لیکن مسلمان کو وہ ہرگز نوکر نہیں رکھتا۔ کیونکہ اسپر اسے اعتبار نہیں ہوتا۔ اور وہ جانتا ہے۔ کہ مسلمان ہمیشہ غدار ہی نکلتا ہے۔ اور خیانت سے نہیں چوکتا ؎

مسلمانوں کی حالت ایک نبی کا تقاضا کررہی تھی

پس یہ حالت وہ حالت تھی جس میں مسلمان پھنسے ہوئے تھے اور یہ حالت تقاضا کررہی تھی۔ کہ کوئی ایسا وجود ان میں آئے۔ جو خدا کی آیات کو ان پر ظاہر کرے۔ اور اس طرح ایمان پیدا کرکے انہیں تباہی سے بچائے۔ لیکن اگر یہ کام بغیر کسی ایسے ہی وجود کے ہوسکتے تھے جیسے نبی کہتے ہیں۔ تو ان مولویوں کی حالت نہ بگڑتی اور یہی اس ڈوبتی بیڑی کو پار لگانے والے بن جاتے۔ لیکن خود ان کا بگڑنا اور اس قابل نہ رہنا کہ دوسرے کو سنبھال سکیں صاف طور پر بتلا رہا ہے کہ یہ کام ان کے کرنے کا نہیں۔ بلکہ کسی اور کے کرنے کے ہیں۔ جو ہر طرح ان سے فوقیت اور عظمت رکھنے والا ہو۔ اور وہ سوائے نبی کے اور کوئی نہیں ہوسکتا۔

خدا اسلام کو یونہی نہیں چھوڑ سکتا تھا

پس جبکہ علماء خود شبہات میں پڑے ہوئے تھے اور باوجود شبہات میں پڑے ہونیکے وہ اس طرف خیال کرنے کی کوشش نہیں کرتے تھے۔ تو سوال ہے کہ کیا خدا اسلام کو یونہی چھوڑ دیتا یقیناً نہیں۔ پس جبکہ اسلام کو یونہی نہیں چھوڑ سکتا۔ وہ کب ایسا کام کرنے سے رک سکتا تھا۔ جو اسلام کی ترقی اور عروج کے لئے ضروری تھا۔ پس خدا تعالےٰ نے اس قسم کا سامان کردیا اور اپنا نبی بھیجدیا۔ لیکن یہ بندے ہی ہیں کہ ذلیل ہو رہے ہیں۔ خود ان میں ہمت نہیں کہ کچھ کریں۔ اور خدا جسے کچھ کرنیکے لئے بھیجتا ہے۔ اسکی مخالفت کرتے ہیں مخالف قومیں انکی تباہی کیلئے کمربستہ ہیں۔ وہ انپر اعتراض کرتی ہیں لیکن انکے پاس

کوئی جواب نہیں۔ انکے مقابلہ کی انہیں طاقت ہی نہیں۔ لیکن اس پر بھی وہ اس شخص کی مخالفت سے رکتے نہیں۔ جو ایک بہادر شخص کی طرح نہ صرف مخالفین اسلام کے حملوں کو روک رہا ہے۔ بلکہ خود بھی حملے کر کرکے ان کو تباہ کر رہا ہے۔ کیا یہ طاقت ان علماء میں ہے اگر واقعی ان میں یہ طاقت ہوتی تو وہ کچھ کرتے۔ مگر ان لوگوں میں تو یہ طاقت ہی نہیں۔ یہ تو مردہ ہیں اور مردہ مردوں کو کیا اٹھا سکتا ہے۔

ظاہری علم اور ایمان

صرف قرآن پڑھ لینا ہی اس بات کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ کہ ان کے اندر ایمان بھی ہے۔

کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ یہی قرآن عیسائی اور دوسرے لوگ بھی پڑھتے ہیں۔ منافق بھی پڑھتے ہیں۔ ہندو بھی اسے پڑھتے ہیں۔ لیکن ان کے اندر ایمان پیدا نہیں ہوتا۔

گذشتہ نشانات

پھر اس سے ہٹ کر بعض گذشتہ نشانات کے متعلق لوگ نادانی سے یہ سمجھتے ہیں کہ ان سے شاید ایمان پیدا ہو سکتا ہے۔ مگر یہ بات بھی ان میں وہ ایمان نہیں پیدا کر سکتی۔ کیونکہ اگر گذشتہ نشانات سے حقیقی ایمان پیدا ہو سکتا ہے تو ان نشانوں سے بڑھکر جو مسلمانوں کے ہاں ہیں۔ دوسری قوموں کے ہاں نشانات ہیں۔ اور ہندوؤں اور عیسائیوں کی کتابیں ان سے بھری پڑی ہیں۔ مثلاً عیسائیوں کی انجیل میں لکھا ہے حضرت مسیح نے مردے زندہ کئے۔ لیکن مسلمانوں کی کوئی کتاب نہیں بتائیگی۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی کوئی مُردہ زندہ کیا۔

گرگڑ مہاراج کا معجزہ

پھر ہندوؤں کی کتابوں میں اس سے بھی بڑھکر باتیں ہیں۔ مثلاً گرگڑ جسے عام طور پر پنیل کنٹھ کہتے ہیں۔ اس کے متعلق لکھا ہے کہ ایک دفعہ اُسے بھوک لگی۔ تو اس کی ماں نے اُس کے پوچھنے پر کہا کہ بیٹا جاؤ کچھ کھا آؤ۔ لیکن گائے اور برہمن نہ کھانا۔ چنانچہ ان کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب وہ باہر گیا تو اس نے ایک پوری کی پوری برات نگل لی۔ اتفاق سے ایک برہمن بھی اس برات میں [illegible] جب وہ بھی اس کے منہ میں چلا گیا۔ تو اُسے ماں کا کہا یاد آ گیا۔ کہ برہمن اندر نگلے گو نہ کھانا۔ اسپر اس نے اُس برہمن کو مع اس کے ہاتھی کے اُگل دیا۔ پھر جب اُسے پیاس لگی تو ایک دریا کا دریا پی گیا۔ چنانچہ اسوقت بھی ایک ندی کے متعلق جو کہ خشک ہو چکی ہے ہندوؤں میں یہی مشہور ہے۔ کہ یہ گرگڑ مہاراج نے خشک کی ہے۔ اس کے بعد جب وہ واپس ماں کے پاس پہونچا۔ تو کہنے لگا ماں میں نے تھوڑا سا کھایا ہے ہندوؤں کی اس قسم کی

روایتوں کے سامنے شیعوں کے سارے مبالغے ہیچ ہیں۔

گھڑے میں سے بچہ پیدا ہونے کا معجزہ

سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے ایک عورت کے لڑکے کو زندہ کر دیا تھا۔ لیکن یہ بھی ہندوؤں کی اس روایت کے بالمقابل کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ جو اس طرح پر ہے۔ کہ ایک رشی کو کسی عورت کو دیکھکر احتلام ہو گیا۔ جس کپڑے پر وہ غلاظت لگی تھی۔ اسکو ایک گھڑے میں ڈالدیا گیا۔ پورے نو مہینے کے بعد اس میں سے ایک بولتا ہوا بچہ نکل آیا۔

پس سوچنا چاہئیے کہ اگر ایسے ایسے امور ہی ایمان کا باعث ہوا کرتے ہیں۔ تو کونسی وہ چیز مسلمانوں کے پاس ہے جو ہندوؤں کی ان باتوں کے بالمقابل پیش کی جا سکتی ہے۔

گذشتہ نشانوں سے نئے نشانوں پر ایمان پیدا ہوتا ہے

بعض امور بیشک ایسے ہوتے ہیں۔ جو ایمان کا باعث ہوتے ہیں۔ مگر ان پر بھی جب زمانہ گذر جاتا ہے۔ اور ان پر بھی جب صدیاں گذر جاتی ہیں۔ وہ بھی لوگوں کے لئے تسلی کا موجب نہیں ہوتے۔ اس وقت تو طبیعتیں تقاضا کرتی ہیں۔ کہ اگر ان گذشتہ امور پر یقین کروانا ہے۔ یا اگر ہم میں ایمان پیدا کرنا مطلوب ہے تو ہم کو ایسے ہی نشان اب دکھاؤ کیونکہ یہ ناممکن ہے۔ کہ خدا پہلے تو ایسے نشانات دکھاتا تھا۔ مگر اب نہیں دکھاتا۔ ہاں اگر اب بھی ویسے نشانات دیکھیں۔ تو وہ مان لیتے ہیں۔ کہ گذشتہ زمانہ میں بھی اسیطرح نشانات دکھائے گئے تھے۔ پھر جب ایسے ہی امور ان پر واضح کئے جاتے ہیں۔ تو وہ جھٹ مان لیتے ہیں۔ مثلاً اگر یہ کہیں۔ کہ حضرت آدم کے وقت آگ سے گھر جل گیا تھا۔ تو لوگ اس بات کو مان لینگے۔ کیونکہ آگ کے جلانے کا فعل اب بھی ان کے مشاہدہ میں آتا ہے۔ لیکن اگر یہ کہیں کہ کسی نے ہنڈیا ہاتھ پر رکھکر پکالی تھی تو وہ اسے ہرگز نہ مانینگے۔ کیونکہ ایسا اب نہیں ہوتا۔

پس آگ سے گھر کو جلانے کے متعلق تو سارے لوگ ماننے کے لئے تیار ہو جائینگے۔ اس لئے کہ آگ ہمیشہ ہر چیز کو جلاتی ہے۔ لیکن ہنڈیا کے ہاتھ پر پکنے کا یقین کوئی نہیں کریگا۔ کیونکہ وہ کبھی ہاتھ پر نہیں پکتی۔ تو جب کوئی کسی بات کو دیکھ لے تو پھر خواہ پہلی بات کتنی ہی پرانی کیوں نہ ہو گئی ہو۔ اسے مان لیتا ہے۔ مگر جو بات مشاہدہ میں نہ آئے اسے ہرگز کوئی نہیں مانتا۔

پس جو کام پہلے رسولوں کے متعلق بیان کئے گئے۔ اگر آج لوگوں کو نہ دکھائے جائیں۔ تو لوگ نہ ان رسولوں کو مان سکتے ہیں۔ اور نہ ان کاموں کو۔ لیکن اگر ویسے ہی کام پھر دکھا دئے جائیں تو سب لوگ ماننے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ بغیر دیکھے اول تو پہلی باتوں کو مانتے ہی نہیں۔ اور اگر کسی عارضی اثر سے مان بھی لیں تو وہ ایمان انہیں پیدا نہیں ہو سکتا۔ جو دیکھ لینے سے ہو سکتا ہے۔ بظاہر تو شاید کہدیں کہ ہم ایمان لے آئے۔ لیکن دل سے وہ نہیں مانینگے۔ کیونکہ کام خواہ کیسا ہی ہو اور خواہ وہ نبی کا کام ہی کیوں نہ ہو۔ جب اُس پر زمانہ گذر جاتا ہے تو وہ ایک کہانی بن جاتا ہے۔ اس لئے ضرورت ہوتی ہے۔ کہ کوئی ایسا شخص آئے جو ان کاموں کو قصہ اور کہانی نہ رہنے دے۔ بلکہ پھر اسی قسم کے کام دکھا کر ان کو اصل بنا دے اور ان میں حقیقت پیدا کر دے۔ پس ایسا شخص جو ایسی آیات دکھائے جن سے خدا تعالیٰ پر حقیقی ایمان پیدا ہو۔ وہ نبی کہلائیگا اور دنیا اگر ساری کی ساری ملکر بھی چاہے کہ ایسے کام کرے جیسے کہ وہ نبی کرتا ہے۔ تو ہرگز ہرگز نہ کر سکیگی۔

پس بغیر ان باتوں کے اظہار کے ایمان کامل نہیں ہوتا۔ اور جب تک ان باتوں کو لوگ دیکھ نہ لیں۔ تب تک ان میں ایمان کامل کا پیدا ہونا تو درکنار وہ پہلے نشانات کو بھی نہیں مانتے

خدا کی صفات میں کبھی تعطل نہیں ہو سکتا

پھر اگر ایسے زمانہ میں جبکہ لوگوں کو خدا تعالےٰ کے نشانات پر ایمان نہ ہو اگر خدا تعالےٰ نشانات نبی کے ذریعہ نہ دکھائے۔ تو لوگ یہی کہینگے۔ کہ خدا دکھا ہی نہیں سکتا۔

دیکھو جب ایک عرصہ تک کسی کو بات کرتے نہ دیکھیں۔ تو ہر ایک شخص اُس کے متعلق یہی سمجھنا شروع کر دیتا ہے۔ کہ وہ گونگا ہے۔ یا اگر گونگا نہیں تو پاگل ہے۔ کہ باوجود مقدرت رکھنے کے بولتا نہیں۔

پس اگر اللہ تعالےٰ موجود ہے اور اس کی قدرتیں اور اس کی طاقتیں بھی وہی ہیں۔ جو شروع میں تھیں۔ تو کوئی وجہ نہیں نظر آتی کہ ایک وقت تو ان قدرتوں کا اظہار ہو اور دوسرے وقت بغیر وجہ کے وہ رک جائے۔ جبکہ ان قدرتوں اور ان طاقتوں کو دیکھکر پہلے لوگوں نے اسے جانا اور پہچانا تو پھر اس نسل کے لوگ اس صورت میں جبکہ وہ قدرتیں اور طاقتیں ظاہر نہیں ہوتیں۔ اُسے کیسے جان اور پہچان سکتے ہیں۔ کہ وہ خدا ہے اور اس کی وہی طاقتیں ہیں جو ابتداء میں تھیں۔

پس ان قدرتوں کے اظہار کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ذریعہ بھی ایسا ہے کہ دنیا اس کی محتاج بھی ہے۔ اور

وہ نبیوں کا ذریعہ ہے ہمیشہ خدا انبیاء کے ذریعہ ہی ظاہر ہوتا رہا اور اب بھی نبی کے ہی ذریعہ ظاہر ہوا۔ کیونکہ اس زمانہ کے لوگ اسے بھول چکے تھے۔ ذرا اس زمانہ کے لوگوں کا مقابلہ ان لوگوں سے کرو۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ خدا تعالےٰ پر ایمان لائے۔ تو معلوم ہو جائیگا۔ کہ [illegible] میں حقیقی ایمان پیدا کرنے کے لئے ایک نبی کے آنے کی کس قدر ضرورت تھی۔

صحابہ کا ایمان اور موجودہ مسلمان

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کی مردم شماری کرنے کا حکم دیا۔ جب مردم شماری ہو چکی تو مسلمانوں کی تعداد سات سو نکلی۔ اسپر صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلعم کیا آپ کو خیال ہے کہ ہم سات سو ہو کر بھی تباہ ہو جائینگے۔ وہ اسوقت صرف سات سو تھے سارا عرب مخالف تھا۔ ہر کس و ناکس ایذا دہی کے لئے کمربستہ تھا۔ مگر باوجود اس کے وہ آمادہ ہی نہیں بلکہ ایستادہ بھی تھے کہ ساری دنیا کو فتح کرلینگے۔ وہ صرف سات سو تھے ان میں بچے اور عورتیں بھی تھیں۔ اور اس لحاظ سے ان کی تعداد تین چار سو کے قریب تھی۔ مگر اس پر بھی وہ کہتے ہیں کوئی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ لیکن آج چالیس کروڑ مسلمان ہیں۔ ان کا کیا حال ہے۔ وہ کانپ رہے ہیں۔ دنیا ان کو لتاڑتی چلی جاتی ہے۔ دوسرے مذاہب والے ان کو اپنے میں جذب کر لینے یا بالکل معدوم کر دینے پر تلے ہوئے ہیں۔ مگر وہ ان سب کے مقابلہ میں عاجز ہیں۔ اور کچھ نہیں کر سکتے۔

ایک کروڑ مسلمان ساری دنیا فتح کرنے کے لئے کافی ہیں

چونکہ میں نے خدا کے فضل سے مومنوں کی جماعت سے کام لیا ہے۔ اور ان کی ہمتوں کا تجربہ رکھتا ہوں۔ اس لئے میں اس بات کے کہنے میں کوئی روک نہیں دیکھتا۔ کہ ایک کروڑ پکے مسلمان اگر میرے پاس ہوں تو میں ساری دنیا کو فتح کر سکتا ہوں۔ تو پھر دیکھو۔ اگر یہ چالیس کروڑ مسلمان مسلمان ہوتے تو آج دنیا میں اس طرح ذلیل نہ ہوتے۔

باوجود تھوڑے ہونے کے ہم پھر دنیا سے نہیں ڈرتے

دیکھو ہم دس لاکھ کے قریب ہیں۔ اور وہ بھی ساری دنیا میں بکھرے ہوئے اس وجہ سے ہماری طاقت منتشر ہے۔ اگر ہم ایک ملک میں اکٹھے ہوتے تو ہماری طاقت اس سے بیس گنا۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوتی جس قدر کہ اب ہے۔ لیکن پھر بھی ہم چند لاکھ دنیا سے نہیں ڈرتے۔ اور وہ چالیس کروڑ دنیا سے ڈر رہے ہیں۔ ہمیں باوجود قلیل التعداد ہونے کے یقین ہے کہ ہم کامیاب ہونگے۔ مگر مسلمان اتنے زیادہ ہونے کے باوجود یہی سمجھ رہے ہیں۔ کہ تباہی کے کنارہ پر کھڑے ہیں۔ ساری دنیا ہمارے مقابلہ پر ہے اور دشمن ہمارے خلاف منصوبے بھی کرتے ہیں۔ مگر ہم نے تمام اعدائے دین سے باتیں کر کے دیکھا اور انہیں خوب اچھی طرح ٹٹولا ہے۔ کہ ان کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے۔ جو اسلام پر غالب آسکے۔ مگر باوجود اس کے چونکہ مسلمان کہلانے والے خود مسلمان نہیں رہے۔ اور نہ اسلام کے مغز اور حقیقت سے واقف رہے۔ اس لئے مخالفین ان پر غلبہ پا رہے تھے۔ اور یہ سمجھ رہے تھے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اسلام کو مٹا دینگے۔

مگر حضرت مرزا صاحب کے آنے پر ان کو بہت کچھ اس سے رکنا پڑا۔ چنانچہ یہ بات سب لوگ جانتے ہیں۔ کہ پادری اور پنڈت وغیرہ احمدیوں سے گریز کرتے ہیں۔ اور ان سے بات کرنے سے ہچکچاتے ہیں۔ مگر یہ کس وجہ سے ہوا یہ یتلوا علیھم ایاتک کے ماتحت حضرت مرزا صاحب نے جو کام کیا اس کی وجہ سے ہوا۔ انہوں نے لوگوں میں ایسا ایمان پیدا کر دیا جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی طاقت نہیں کر سکتی۔ لیکن کیا آپ نے یہ کہکر کہ خدا ایسا تھا۔ ایسا تھا۔ یہ ایمان پیدا کیا۔ نہیں بلکہ یہ کہکر کہ خدا ایسا ہے اور ایسا ہی رہیگا۔ پھر کیا انہوں نے گذشتہ معجزات اور نشانات پیش کر کے یہ ایمان لوگوں کے دلوں میں پیدا کیا۔ نہیں بلکہ اسی قسم کے معجزات اور نشانات دکھا کر جو پہلے نبی خدا کی طرف سے پاکر دکھاتے رہے۔

ہمارا ایمان

پس یہ ایمان جو ہم میں پیدا ہوا ہے وہ اس قسم کی آیات دیکھنے سے پیدا ہے۔ اور ایسا مضبوط پیدا ہوا ہے کہ کوئی شے پہاڑ کو اگر چھیل دے تو چھیل دے لیکن ہمارے ایمان کو ذرا نہیں ہلا سکتی۔ کیونکہ ہمارا ایمان مشاہدہ پر ہے۔ اور ان آیات کے ذریعہ سے ہے۔ جو حضرت مرزا صاحبؑ نے آکے دکھائیں۔ اور دنیا میں بیان کیں۔ اور اس کثرت سے بیان کیں کہ ایک تو وہ ان گنت ہو گئیں۔ اور دوسرے وہ سب گذشتہ آیات جو بطور قصہ کہانی کے رہ گئی تھیں۔ پھر حقیقی طور پر سامنے آگئیں۔ اور پھر یہی نہیں۔ بلکہ ان کو ورثہ میں بھی چھوڑا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کی قدسی طاقت کے ماتحت ہم بھی انکو ظاہر کر سکتے ہیں۔

کوئی ایسا مولوی ہے؟

پس اگر ایک مولوی بھی کوئی ثابت کر دے جس نے آج یہ کام کیا ہو تو میں حضرت مرزا صاحبؑ کو چھوڑ کر اسے ماننے کیلئے تیار ہوں۔ لیکن آج ایسا کوئی بھی نہیں اور صرف آج کیا آج سے پہلے بھی ایک کافی عرصہ تک کوئی ایسا نظر نہیں آتا۔ جو یہ کام کرنیوالا ہو۔ پس جبکہ حالت یہ ہے کہ اسلام کمزور ہوتا چلا جا رہا تھا اور اسمیں کوئی ایک بھی ایسا شخص نہ تھا جو نبیوں کے سے کام کر کے اسکو مضبوط بنا دیتا اور لوگوں میں حقیقی ایمان پیدا کرتا۔ تو پھر کسی ایسے شخص کے آنے میں کیا شک پیدا ہو سکتا ہے جس نے ایک طرف تو اسلام کے دشمنوں کو نیچا دکھایا۔ اور دوسری طرف وہی آیات دکھا کر اسلام کو مضبوط و مستحکم کر دیا جو شروع شروع میں اس کے استحکام کا باعث ہوئی تھیں۔ اور اس قسم کے مشاہدات سے ہمارے ایمانوں کو ایسا پکا اور راسخ بنا دیا کہ اگر ہمیں مالوں کے علاوہ جانیں بھی قربان کرنی پڑیں تو ہمیں دریغ نہیں۔

نبی کیسا ایمان پیدا کرتا ہے

میں ایک دفعہ شملہ گیا۔ وہاں کی آریہ سماج کا سابق سکرٹری مجھے ملنے آیا۔ اس کے ساتھ اس کے دوست بھی تھے۔ اس نے سوال کیا مرزا صاحب کی صداقت کا کیا ثبوت ہے۔ میں نے جواب دیا۔ وہ یقین جو سچے نبی کے سوا اور کوئی نہیں پیدا کر سکتا۔ انہوں نے آکے ہم میں وہ پیدا کیا۔ اور یہ ان کی صداقت کا ایک زبردست ثبوت ہے۔ اسپر اُس نے کہا اسمیں کیا خصوصیت کی بات ہے یہ تو ہم میں بھی کہہ سکتے ہیں۔ میں نے کہا یہ ناممکن ہے کہ وہی یقین تم میں بھی ہو۔ جو ایک نبی کے ماننے والوں میں ہو سکتا ہے۔ لیکن اسپر بھی جب اُس نے اصرار کیا۔ تو میں نے کہا۔ حضرت مرزا صاحب نے جو ایمان ہمیں دیا ہے۔ وہ ایسا نہیں کہ ہم کسی قربانی سے ہچکچائیں۔ بلکہ وہ تو ہر لحظ ہمیں ہر ایک چیز قربان کرنے کیلئے آمادہ رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہم ہر ایک چیز قربان کرنے کیلئے تیار ہیں۔ مگر دوسرے لوگوں کی قربانیاں ایسی نہیں ہوتیں ان کے اندر ان کے کچھ اور اغراض ہوتے ہیں۔ جب وہ پوری ہوتی نظر آئیں تو وہ قربانی کیلئے تیار ہو جاتے ہیں ورنہ نہیں۔ دیکھو میں یہ کہنے کیلئے تیار ہوں کہ حضرت مرزا صاحب خدا کیطرف سے سچے نبی تھے۔ اور مجھے اس پر اتنا یقین اور وثوق ہے کہ میں یہ کہنے کیلئے تیار ہوں۔ اگر آپ سچے نہ ہوں تو مجھ پر اور میرے بیوی بچوں پر عذاب نازل ہو۔ کیا تم بھی ایسا کہہ سکتے ہو۔ اسپر وہ بولا کہ آپ بال بچوں کو کیوں درمیان میں لاتے ہیں۔ میں نے کہا یہی تو وہ یقین ہے۔ کیا تم میں ایسا یقین ہے۔ اور کیا تم میں سے کوئی یہ کہہ سکتا ہے؟ کہنے لگا نہیں۔

ہم ایمانی رنگ میں جو قربانیاں کر سکتے ہیں وہ دوسرے نہیں کر سکتے

وہ کیا اور بھی کوئی ایسا نہیں کہہ سکتا ایسا تو صرف ایک نبی کی جماعت ہی کہہ سکتی ہے۔ چنانچہ ہماری جماعت کے ہر طبقہ کے آدمی ایسا کہہ سکتے ہیں۔ اور ایسا کرنے کیلئے تیار ہیں۔ لیکن مولوی یہ کہنے سے گھبراتے ہیں علماء اس سے جان بچاتے ہیں۔ صوفیا اس سے کنارہ کشی کرتے ہیں۔ اور اور لوگ بھی اس سے جی چراتے ہیں۔ مگر ہمارا بچہ بچہ کہہ سکتا ہے۔ اور یہ ثبوت ہے اس یقین کا جو ہم نے اس زمانہ کے نبی کی بدولت پایا۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور طاقتوں کو دیکھا۔

پس ہم جہانتک ہم سے ہو سکے خدا کے فضل سے اس کام کو کر رہے ہیں جو دنیا نہیں کرتی۔ اور یہ ایک ایسی چیز ہے جو کوئی مولوی نہیں لایا۔

اور نہ لاسکتا ہے۔ یہ وہ ورثہ ہے جو کسی مولوی نے نہیں دیا۔ اور نہ دے سکتا ہے۔

نمونہ دیکھکر ہی کچھ کر دکھاؤ

کہتے ہیں نمونہ کو دیکھکر کام کرنا آسان ہوجاتا ہے۔ اب تو حضرت مسیح موعود کا نمونہ موجود ہے۔ اسکو دیکھکر ہی مولوی وہ کام کر دکھائیں جو آپ نے کیا۔ آپ نے اگر اس کام کے لئے کوئی تدبیر کی تھی۔ تو وہ تدبیریں وہ بھی استعمال کرلیں۔

دیکھو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کاموں نے کس طرح دین کی راہ میں فدا ہونے والی ایک مخلص جماعت پیدا کردی ہے۔ کوئی اور بھی ایسی جماعت پیدا کر کے دکھائے پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کسی ایک ملک میں نہیں بلکہ دنیا کے مختلف ممالک میں ایسے انسان پیدا کر دئے یہی ایمان افریقہ کے حبشیوں میں پیدا کردیا۔ یہی کردستان کے لوگوں میں بھی پھیلا دیا۔ اسی کی بخارا۔ افغانستان۔ یورپ اور دیگر ممالک میں تخم ریزی کردی۔ پھر ہم اپنے ایمان کے تقاضا سے جو کچھ کہتے ہیں۔ وہ زبانی ہی نہیں۔ بلکہ کر کے بھی دکھاتے ہیں ۔

افغانستان کے احمدیوں کا ایمان

چنانچہ افغانستان میں ہمارے پانچ آدمی شہید ہوئے کس بہادری اور جرأت سے انہوں نے اپنی جانیں دیں۔ جس طرح ان کو موقعہ دیا گیا کہ وہ اس ایمان کو ترک کردیں جو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ حاصل کیا۔ مگر کس طرح انہوں نے کسی بات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو قربان کردیا۔ ایک جہالت کا یقین بھی ہوتا ہے۔ مگر ہم میں یہ یقین نہیں بلکہ ہم میں وہ ایمان ہے۔ جو یقین کامل کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ اور یہی وہ ایمان ہے۔ جو ایک نبی کے ذریعہ پیدا ہوتا ہے۔ اور پھر اس راہ میں ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار کر دیتا ہے ۔

ایمان اور عقل

دنیا میں کئی طرح سے لوگ دوسرے اشخاص کو اپنا ہمخیال بناتے ہیں۔ ان میں بعض تو عجیب عجیب قسم کے مکر و فریب سے کام لیتے ہیں۔ جیسے حسن بن صباح کے مرید جھوٹی جنت دکھا کر لوگوں کو اپنے ساتھ ملاتے تھے۔ کیونکہ جو لوگ جھوٹے دعوے کرتے ہیں وہ پہلے لوگوں کی عقلوں کو معطل کرتے ہیں۔ اور پھر ان کو اپنے ساتھ ملاتے ہیں۔ کیونکہ اگر عقل تیز ہو۔ تو کوئی بھی نہ ہو جو انہیں مانے۔ مگر حضرت مرزا صاحب لوگوں کی عقلوں کو ضائع نہیں کرتے۔ بلکہ ان کو از روئے عقل سب باتیں سمجھاتے تھے۔ اور اپنے دعاوی از روئے عقل ثابت کرتے تھے پس حضرت مرزا صاحب نے عقلوں کو تیز کیا۔ اور عقلوں کو تیز کرنے کے بعد پھر یہ محبت پیدا کی۔ کہ خواہ جان ہو خواہ مال سب ہی خدا کے لئے نثار کرنے کو تیار ہیں۔ اور یہی طریق سب انبیاء کا ہے۔ انبیاء ہرگز یہ نہیں کرتے کہ وہ لوگوں کی عقلوں پر پردہ ڈالدیں۔ بلکہ وہ ان کی عقلوں کو تیز کرتے ہیں۔ اور عقل کو کام لانے کے لئے تاکید کرتے ہیں۔ اور پھر یہ محبت ان میں پیدا کرتے ہیں۔ کیونکہ ایسی محبت عقل کی محبت ہے جس کا ہر پہلو واضح ہوتا ہے۔ اور اس محبت کی طرح جو دیوانگی کے بعد پیدا ہوتی ہے یہ نہیں ہوتا کہ نفع و نقصان نظر ہی نہ آسکے۔

بہائیوں اور صباحیوں نے دیوانگی پیدا کر کے محبت پیدا کی لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عقل پیدا کر کے محبت پیدا کی۔ دیکھو صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب جو کابل میں شہید کئے گئے۔ یہ پہلے ہی کہدیا تھا کہ میرے ساتھ یہ واقعہ گذرے گا۔ اور میرے بعد اس ملک پر یہ آفت آئیگی یہ دیوانگی نہیں تھی۔ یہ عقل تھی۔ کہ سب کچھ جانتے ہوئے اور ہر ایک کام کے نتائج سے آگاہ ہوتے ہوئے پختہ ایمان حاصل کیا۔ جس کے بعد یہ بات پیدا ہوئی کہ شہید ہو گئے

تمام احمدی جماعت بھی اسی قسم کی محبت میں سرشار ہے

ہم سب میں یہ باتیں دیکھی جاتی ہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے اپنی جماعت کو بھی صاحب نشان بنا دیا ہے۔ اس کا ہر فرد اپنی ذات میں اک نشان رکھتا ہے۔ لیکن دوسرے ایسا دعوے نہیں کرسکتے پس جب دوسرے ایسا دعوے نہیں کرسکتے۔ تو اس کا یہی مطلب ہے۔ کہ اس قسم کی خوبیاں ان میں نہیں۔ اور جب اس قسم کی خوبیاں ان میں نہیں۔ اور صرف احمدی جماعت میں ہیں۔ تو ماننا پڑے گا کہ جس نے یہ پیدا کی ہیں وہ خدا کا خاص انسان تھا

پس یہ سوال ہی غلط فہمی کی بناء پر ہے۔ اگر نتائج کے اسباب کا اندازہ لگایا جاتا۔ تو کوئی بھی یہ نہ کہتا۔ کہ یہ کام جو حضرت مرزا صاحب نے کیا۔ مولوی بھی کرسکتے تھے۔ اور جب مولوی بھی کرسکتے ہیں۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ ان کو تو نہ مانا جائے۔ اور مرزا صاحب کو مانا جائے۔

یہ ایک دلیل ہے۔ حضرت مرزا صاحب کی صداقت کی۔ اور آپ کے آنے کی ضرورت کی۔ اگر غور کیا جائے تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ جو کام حضرت مرزا صاحب نے دنیا میں آکر کیا وہ نہ کوئی مولوی کرسکتا تھا۔ اور نہ کوئی عالم ۔

باقی باتیں

آج کے خطبہ میں میں اسی پر بس کرتا ہوں اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ خطبوں میں بقیہ دلائل بیان کرونگا۔

۱۲ بارہ صفحہ کا الفضل

جیسا کہ امید تھی۔ کئی احباب کرام نے ۱۲ صفحہ کے الفضل کے متعلق نہایت خوشی اور مسرت کا اظہار فرمایا ہے۔ اور باصرار کہہ رہے ہیں۔ کہ جلد سے جلد مستقل طور پر اخبار ۱۲ صفحہ کردیا جائے۔ خواہ قیمت میں اضافہ ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ ذیل میں چند خطوط درج کئے جاتے ہیں۔ اگر اس قسم کا شوق رکھنے والے چند سو احباب بھی الفضل کی توسیع اشاعت کیلئے کمربستہ ہوجائیں۔ تو چند ہی دنوں میں اخبار اس قدر ترقی کرسکتا ہے۔ کہ ہمیں موجودہ قیمت میں کچھ بھی اضافہ کئے بغیر ۱۲ صفحہ اخبار شائع کرنے کا موقعہ میسر آسکتا ہے۔ اور چونکہ بہتر اور مفید ترین صورت یہی ہے۔ کہ اخبار کی اشاعت میں اضافہ ہو۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ اصحاب الفضل سے مستفیض ہوسکیں۔ نہ کہ قیمت میں اضافہ کیا جائے۔ اس لئے ہم پھر اسی پر زور دیتے ہیں۔ کہ احباب اشاعت بڑھانے کی طرف توجہ فرمائیں۔ اور امید ہے ہماری یہ گذارش جلد سے جلد قبول کر کے الفضل کو مستقل ۱۲ صفحہ پر شائع کرنے کے قابل بنا دیا جائیگا۔ اس کے لئے ہم کچھ عرصہ تک انتظار کرینگے۔ اگر اس میں خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی۔ تو پھر مجبوراً قیمت میں اضافہ کر کے ۱۲ صفحے کر دیئے جائیں گے۔ کیونکہ احباب کا اشتیاق اور جماعت کی ضروریات کا یہی تقاضا ہے۔ (ایڈیٹر)

احباب کے خطوط حسب ذیل ہیں:۔

(۱)

پیارے الفضل میں یہ پڑھکر کہ اب بارہ صفحے ہونگے خوشی ہوئی۔ آپنے جو تجویز فرمائی ہے۔ کہ خریداری بڑھائی جائے۔ یہ تجویز بجا اور درست ہے۔ لیکن اس میں اتنا اضافہ ضرور ہو۔ کہ جو صاحب خریدار نہ بڑھا سکیں وہ ایک روپیہ برائے ایزادی صفحات دیویں۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا۔ کہ جو موجودہ خریدار زائد خریدار نہ دے سکیگا۔ وہ روپیہ دے۔ تاکہ یہ تجویز عملی جامہ پہنے ۔ (خاکسار رسول بخش سب اوورسیر)

(۲)

بارہ صفحہ کا اخبار الفضل چھپنے کے متعلق آپ کا ایک نوٹ اخبار میں شائع ہوا۔ جس کے متعلق عرض ہے۔ کہ اخبار کا حجم ضرور اور بہت جلدی زیادہ ہونا چاہیئے۔ اگر آپ موجودہ قیمت سے عہ روپیہ زائد لینے پر اخبار کو ۱۲ صفحہ شائع کرسکتے ہیں۔ تو بندہ پانچ کم استطاعت خریداروں کے واسطے زائد رقم اپنی گرہ سے ادا کریگا۔ یعنی مبلغ ۵ روپے بطور اعانت روانہ کروں گا۔ جہانتک ہوسکے۔ اخبار کا حجم زیادہ کریں۔ اور دعا ہے۔ کہ خدا غیب سے اس کی مدد کرے۔ اور روزانہ چھپنا شروع ہوجائے ۔ (خاکسار شاہ محمد احمدی چک ۲۳ جنوبی ملکے والا)

(۳)

یہ دیکھ کر نہایت خوشی ہوئی۔ کہ آپ گاہ بگاہ ۱۲ صفحہ پر اخبار شائع فرماتے ہیں۔ اب از راہ عنایت آپ اس کو مستقل طور پر ۱۲ صفحہ کا اخبار

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بہت سی نایاب کتب چھپ گئیں

چند ہی سال گذرے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بہت سی تصانیف سرمایہ کی کمی سے دوبارہ نہ چھپنے کے باعث نایاب ہو رہی تھیں۔ اور احباب کو دگنی چوگنی بلکہ بعض دفعہ دس گنی قیمت پر بھی ملنا محال تھیں۔ اور یہ ایک ایسا تکلیف دہ امر تھا کہ جس کا احساس کم و بیش ہر احمدی کو ہوا۔ اور سب سے بڑھکر حضرت فضل عمر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو اور اسی احساس کے ماتحت حضور نے بعض خدام کو ان نایاب کتب کی طباعت کے لئے سرمایہ جمع کرنے کا ارشاد فرمایا جس پر تیئیس چوبیس ہزار روپیہ جمع ہوگیا اور کام جو برسوں سے قلت سرمایہ کی وجہ سے رکا پڑا تھا صیغہ دعوۃ و تبلیغ کی زیر نگرانی شروع کر دیا گیا۔ اور آج جبکہ اس کام کو جاری ہوئے چار سال بھی نہیں گذرے۔ کہ بہت سی بیش بہا اور نایاب تصانیف نہایت اہتمام سے شائع ہو چکی ہیں۔ نہ صرف حضرت مسیح موعود کی بلکہ اور بھی کئی ایک مفید اور محققانہ کتب جن میں سے بعض حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ اور چند دیگر بزرگان سلسلہ کی تصانیف ہیں۔ طبع ہو چکی ہیں جن کی فہرست مع قیمت درج ذیل ہے۔

بک ڈپو تالیف و اشاعت جس نے کہ اس قدر قلیل عرصہ میں کافی سے زیادہ لٹریچر شائع کیا ہے۔ احباب کی توجہ اور امداد کا از حد مستحق ہے۔ کیونکہ اس کے لئے جس قدر سرمایہ جمع کیا گیا تھا۔ وہ تمام کا تمام لٹریچر کی طبع و اشاعت میں خرچ ہو چکا ہے۔ بلکہ اس کے علاوہ اور بھی کئی ہزار روپیہ نظارت نے اپنے پاس سے خرچ کر کے بعض کتابیں شائع کروائی ہیں۔ اس لئے دوستوں کو چاہیئے کہ اب جبکہ انہیں دوگنی چوگنی یا دس گنی قیمت کی بجائے معمولی قیمت پر نایاب سے نایاب کتابیں مل سکتی ہیں۔ تو وہ ضرور ان کو خریدیں۔ اور پڑھیں۔ بلکہ اپنے اپنے حلقہ اثر میں ان کی اشاعت کی تحریک کریں۔ اس وقت جس قدر نایاب کتب شائع ہو چکی ہیں۔ اگر ان میں سے نصف بھی احباب خرید لیں گے۔ تو اسی سرمایہ سے باقی تمام کتب بھی جلد سے جلد شائع ہو سکتی ہیں:۔

ہمیں امید ہے۔ کہ خدا کے مسیح کی قائم کردہ جماعت دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والی جماعت اسلام کے لئے سرفروشی کا اظہار کرنے والی جماعت اس کام میں بھی پیچھے نہ رہیگی اور جہاں تک اس سے ممکن ہوگا۔ ان انمول روحانی جواہر کو جو کوڑیوں کے مول بک رہے ہیں۔ خرید کر اکناف عالم میں پھیلا دے گی۔

کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کتاب	قیمت
حقیقۃ الوحی	صہر
سرمہ چشم آریہ	عہر لہر
شحنہ حق	۸ر
آئینہ کمالات اسلام	۱ہ ۸ر
برکات الدعا	۳ر
شہادت القرآن	۱۰ر
انجام آتھم	قہ
تحفہ قیصریہ	لہر
سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب	۳ر
ضرورت الامام	لہر
تذکرۃ الشہادتین	۱۲ر
راز حقیقت	۲ر

کتاب	قیمت
ایام الصلح اردو	عصہ
تحفہ غزنویہ	۳ر
لیکچر سیالکوٹ	لہر
تریاق القلوب	عہ ہر
دافع البلاء	۲ر
تحفہ ندوہ	سہر
سناتن دھرم	۱ر
براہین احمدیہ حصہ پنجم	عہ عہ
تجلیات الٰہیہ	۱ر
تقریریں	۳ر
منن الرحمن عہ۱	۱۲ر
[illegible] عہ۲	۸ر
ترغیب المومنین عہ۳	۳ر

عہ۱ و عہ۲ و عہ۳ یہ پہلی دفعہ شائع کی ہیں

کتاب	قیمت
الخطاب الجلیل عربی (ترجمہ اسلامی اصول کی فلاسفی)	عہ ر

کتب و تقاریر حضرت فضل عمر ایدہ اللہ بنصرہ

کتاب	قیمت
ملائکۃ اللہ دوسرا ایڈیشن	۱۰ر
آئینہ صداقت اردو	عہر لہر
〃 〃 انگریزی	۷ر
نجات	۱۳ر
تحفہ شہزادہ ویلز اردو بار دوم مجلد	عہر ہر
تحفہ پرنس انگریزی	۱۲ر عہر، عہ ر
احمدیت یعنی حقیقی اسلام اردو	ق
〃 〃 〃 انگریزی	۸ر ہے
دعوۃ الامیر فارسی مجلد	صہر لہر
〃 〃 اردو غیر مجلد	ق
سوانح احمد انگریزی	۸ر عہ
احمدیہ موومنٹ	عہ ۸ر

خاص رعایت

جو دوست ۵۰ سے زیادہ کا آرڈر بھیجینگے۔ انہیں ۱۰ فیصدی کمیشن بھی دیا جائیگا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ ایک مقام کے دوست ملکر اکٹھا آرڈر بھیجیں۔ تا کہ وہ اس رعایت سے فائدہ اٹھا سکیں۔

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰

بعدالت جناب چوہدری محمد لطیف صاحب سب جج چہارم جھنگ

بمقدمہ

امیر چند ولد اروڑ چند ذات ڈہل سکنہ گھسیانہ مدعی بنام عنایت

دعوٰی ۱۲-۸-۵۴۸ روپیہ بروئے تمسک

درخواست مدعی پر عدالت کو اطمینان ہو گیا ہے۔ کہ مدعا علیہ دیدہ دانستہ تعمیل سمن سے گریز کر رہا ہے۔ اس واسطے اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی جاری کیا جاتا ہے۔ کہ مدعا علیہ مورخہ ۱۱/۲۵ کو حاضر عدالت ہذا ہو کر پیروی مقدمہ کی کرے۔ ورنہ کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جاوے گی۔ ۳۱ ۸/۲۵

مہر عدالت — دستخط حاکم

اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی

بعدالت جناب چوہدری محمد لطیف صاحب سب جج چہارم جھنگ۔

درباری رام ولد بھرایا رام لونٹھرا سکنہ پرمنور رنہ۔ تحصیل شورکوٹ مدعی۔ بنام مہر خاں سیال۔

دعوٰی ۳۱۰/- روپیہ بروئے بہی

اشتہار بنام مہر خاں سیال ولد شیر محمد ذات سیال سہپانہ سکنہ بیلہ سرپانہ۔ تحصیل شورکوٹ ؛

درخواست مدعی پر عدالت کو اطمینان ہو گیا ہے کہ مدعا علیہ دیدہ و دانستہ تعمیل سمن سے گریز کر رہا ہے۔ اسواسطے اشتہار زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی جاری کیا جاتا ہے۔ کہ مدعا علیہ مورخہ ۱۶/۲۵ کو حاضر عدالت ہذا ہو کر پیروی مقدمہ کی کرے۔ ورنہ کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جاویگی۔ ۲۱ ۸/۲۵

مہر عدالت — دستخط حاکم

اشتہار زیر دفعہ ۵ رول ۲۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی

بعدالت جناب شیخ محمد حسین صاحب سب جج مطالبہ خفیفہ درجہ اول ضلع میانوالی

دعوٰی دیوانی ۵۲۶ سال ۱۹۲۵ء

نرائن داس ولد جے سنگھ کھتری سکنہ ماڑی۔ بنام دوکان رام بھایا رام سرن پسران گنگا رام سکنہ ماڑی حال بکنہ توت تحصیل پنڈی گھیپ ضلع کامل پور ؛

اپیل بنا راضی حکم × صاحب بہادر × مورخہ × جسکی رو سے ۹-۱۲۵ یا دعوٰی ×

بنام دوکان بھایا رام سرن پسران گنگا رام سکنہ حال بکنہ توت تحصیل پنڈی گھیپ

مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں مسمی رام بھایا رام سرن مذکور تعمیل سمن سے دیدہ و دانستہ گریز کرتا ہے۔ اور روپوش ہے۔ اس لئے اشتہار ہذا بنام رام بھایا و رام سرن مذکور جاری کیا جاتا ہے۔ کہ اگر ہر دو مذکور تاریخ ۱۵ ماہ اکتوبر ۱۹۲۵ء کو مقام میانوالی حاضر عدالت ہذا نہیں ہونگا ؟

ہندوستان کی خبریں

شملہ ۱۶ ستمبر۔ ایسوسی ایٹڈ پریس کو بذریعہ ٹیلیفون یہ اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ مجلس وضع قوانین ہند نے پنڈت موتی لال نہرو کی قرارداد کو کہ مجالس قوانین میں سزایاب لوگ بھی شریک ہو سکیں ۵۸ بالمقابل ۴۷ پر منظور کر لیا ہے۔

شملہ ۱۵ ستمبر۔ تین گھنٹہ کی مسلسل بحث کے بعد کونسل آف سٹیٹس نے مجمع خلاف قانون کو آتشین آلات سے منتشر کرنے کا مسودہ قانون جو اسمبلی میں مسٹر رنگا چاریہ کی تحریک پر منظور ہو چکا ہے۔ مسترد کر دیا۔

مجلس وضع قوانین ہند میں دفعہ ۵۶۲ تعزیرات ہند کے متعلق مجسٹریٹوں کو قید بامشقت کی سزا دینے کا اختیار تیزی بھی عطا کئے جانے کے متعلق حکومت کی طرف سے قرارداد پیش کی گئی۔ مگر نامنظور ہوئی۔

۲۰ نومبر ۱۹۲۵ء کو نئے صدر کونسل کے انتخاب کے لئے پنجاب لیجسلیٹو کونسل کا اجلاس ہوگا۔

قصور کے مال خانہ پر جہاں پولیس کا پہرہ رہنے کے علاوہ عدالت بھی ہوتی ہے۔ اور ایک سب ڈویژنل افسر بھی مقیم ہے۔ ڈاکہ پڑا۔ ڈاکو پستول، ہندو قیمتی زیورات۔ کپڑے اور بہت سی دوسری چیزیں لے گئے۔

بمبئی ۱۶ ستمبر۔ روئی کے کارخانہ جات کے ۵۴ ہزار مزدور ہڑتال پر ہیں۔ اور ان کا رویہ اب تشدد آمیز ہو رہا ہے۔

پٹنہ۔ ڈسٹرکٹ خلافت کمیٹی کا اجلاس جس کی صدارت مولوی شوکت علی صاحب نے منظور کر لی ہے۔ ۱۶ ستمبر ۱۹۲۵ء کو بانکی پور میں ہوگا۔ اس کانفرنس میں جزیرۃ العرب۔ حجاز میں موتمر اسلام کے انعقاد اور ان مسائل پر غور و فکر کیا جائیگا جو ضلع پٹنہ اور بہار کے مسلمانوں کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔

کلکتہ ۱۲ ستمبر۔ ڈاکٹر بی۔ ایس مونجی سوراجی لیڈر صوبہ متوسط کو وائسرائے نے صوبہ متوسط کی کونسل میں اس مسودہ کو پیش کرنے کی اجازت نہیں دی۔ جو طلباء کیلئے فوجی تعلیم لازمی قرار دینے کے متعلق تھا۔ اس مسودہ میں صرف فوجی قواعد اور نشانہ بازی کے سکھلائے جانے پر بحث تھی۔ اور باقی امور حکومت کے صوابدید پر چھوڑ دیئے گئے تھے۔

ہمیرپور کے علاوہ کوہری ضلع متھرا کے متعلق بھی یہ خبر الجمعیۃ ۱۴ ستمبر میں شائع ہوئی ہے۔ کہ وہاں مسجدیں مسمار ہو رہی ہیں۔ مسلمانوں کو اذان دینے سے بالجبر بند کیا جا رہا ہے۔ نماز کی ادائیگی روک دی گئی ہے۔

دیش بندھو داس میموریل فنڈ میں ستمبر تک ۸ لاکھ روپیہ کے قریب جمع ہو چکا ہے۔

شملہ آنریبل۔ وی۔ جے۔ پٹیل نے ۱۰ ستمبر بروز ... کی شام کو سیسل ہوٹل میں دعوت دی۔ جس میں سابق صدر سر فریڈرک وائٹ تمام اگزکٹو کونسلر اور ہر دو مجالس مقننہ کے اراکین شامل تھے۔ اس دعوت میں مے نوشی سے بکلی پرہیز کیا گیا۔

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ الہ آباد نے دسہرہ کے موقع پر فساد روکنے کے خیال سے زیر دفعہ ۱۴۴ ضابطہ فوجداری یہ حکم نافذ کیا ہے۔ کہ سوائے ان لاٹھیوں وغیرہ کے جن کے لئے خاص طور پر اجازت لی گئی ہو۔ کوئی شخص مجاز نہ ہوگا۔ کہ حدود میونسپل کمیٹی کے اندر تین فٹ سے لمبی لاٹھی یا چھری یا کوئی اور ہتھیار لے کر ۱۸ لغایت ۲۷ ستمبر پھرے۔ اور نیز ۲۶-۲۷ تاریخ کو بہادر گنج اور چوک والی مسجد کے سامنے شارع عام پر دس منٹ تک باجا بجانے اور شور و غل کرنے کی اجازت ہوگی۔ ہندو اس کے خلاف بہت شور مچا رہے ہیں۔

شملہ ۱۵ ستمبر۔ مسٹر جناح اور پنڈت نہرو اپنی اپنی جماعتوں سے مشورہ کر رہے ہیں۔ کہ کیا ہم سب کے سب مستعفی ہو جائیں اور انتخاب کے لئے دوبارہ کھڑے ہوں۔ وجہ یہ کہ قانون اصلاحات کے متعلق پنڈت نہرو کی ترمیم کونسل آف سٹیٹس نے مسترد کر دی ہے۔

لکھنؤ۔ ۱۵ ستمبر ضلع سیتاپور کے لسوان نامی قصبہ میں ہندو مسلمانوں کا فساد ہو گیا۔ مسلمانوں کے جہلم کے جلوس سے ہندوؤں کے گرڈ کے جلوس کا تصادم ہو گیا۔ جس پر شدید بلوہ فساد ہوا۔ طرفین کے آدمی مضروب و مجروح ہوئے۔ اور پولیس کو قیام امن کے لئے گولی چلانی پڑی۔

مہاراجہ صاحب بھرت پور نے جاٹ ہائی سکول ... کو پندرہ بیش قیمت گھوڑے عطا کئے ہیں۔ اس سکول میں طلباء کو سواری سکھانے کی کلاس کھول دی گئی ہے۔

لیجسلیٹو اسمبلی میں مسٹر ہارنیمن کی واپسی ہندوستان کے متعلق مسٹر چمن لال کے سوالات کے جواب میں گورنمنٹ ممبر نے کہا انہیں ہندوستان آنے کی اجازت کے متعلق میرا جواب وہی ہے۔ جو ۳ مارچ کے اجلاس میں دیا گیا تھا۔ باقی اس کو کتنا نقصان پہنچا ہے۔ اور گورنمنٹ اس کی تلافی پر آمادہ ہے یا نہیں۔ میں اس کا نفی میں جواب دیتا ہوں۔ آگے یہ بیان کیا۔ کہ میں ان کی جلاوطنی کے ذمہ دار شخص کو بھی نہیں بتا سکتا۔ کہ وہ کون ہوگا۔ جب مسٹر رنگا آئنگر نے یہ پوچھا۔ کہ کیا ان کی جلاوطنی کی وجوہات ہیں موجود۔ تو آپ نے اثبات میں جواب دے کر یہ بھی ساتھ ہی کہا۔ کہ نامعلوم وہ کب تک موجود رہینگی۔

۱۳ ستمبر کانپور کے محلہ (رانجی) خانہ میں ہندو مسلمانوں میں فساد ہو گیا۔ فریقین کو چوٹیں آئیں۔

مولوی ظفر علی صاحب ایڈیٹر زمیندار نے امیر کابل کو یہ تار دیا ہے۔ کہ وہ ابن سعود کی حمایت میں اعلان شائع کر کے ہندوستانی مسلمانوں کے جذبات کو ٹھنڈا کریں۔

سٹی مجسٹریٹ لکھنؤ کی عدالت میں ... گنج کی ایک مسلمان لڑکی نے اپنے حقیقی باپ کے برخلاف زنا بالجبر کا دعویٰ زیر دفعہ ۳۷۶ مجموعہ تعزیرات ہند دائر کیا ہے۔ عدالت نے لڑکی کے ڈاکٹری معائنہ کا حکم دیا ہے اور مدعا علیہ کے نام وارنٹ گرفتاری جاری کر دیا۔

ممالک غیر کی خبریں

لنڈن۔ ۱۰ ستمبر۔ ڈیلی کرانیکل نے پیرس کا پیام شائع کیا ہے۔ کہ غازی عبدالکریم کے قائد منحرف ہو گئے ہیں۔ اور غازی موصوف خود روپوش ہو گیا ہے۔

شاہ بلغاریہ کی موٹر دیکھ کر ایک گھوڑا گاڑی کے گھوڑے جس میں بچے سوار تھے بدک گئے۔ شاہ مذکور نے فوراً موٹر روک لی۔ اور کود کر فی الفور گھوڑے قابو میں کر لئے۔

ملیلہ کا ایک پیغام مظہر ہے۔ کہ اہل ریف ہسپانیوں کے الحسمس کی طرف دوبارہ جارحانہ اقدام کرنے کے متوقع ہیں۔ چنانچہ وہ پہاڑوں کی جانب پسپا ہو رہے ہیں۔

ڈکفری برکن ہیڈ میں ایک ۳۵ سالہ عورت نے جو بعلت چوری ماخوذ ہو کر پیش عدالت ہوئی تھی۔ اور ضمانت پر رہا تھی اس خیال سے کہ اسے پھر عدالت کے سامنے حاضر نہ ہونا پڑے اپنے چھ بچوں کو دریا میں ڈبو دیا۔ اور خود بھی غرق آب ہو گئی۔ لیکن خوش قسمتی سے تین بچے زندہ بچ رہے۔

لنڈن ۱۳ ستمبر۔ ٹائمز کا نامہ نگار طنجہ بیان کرتا ہے۔ کہ مراقش میں فرانس کی بڑھنے والی سپاہ ان چوکیوں تک بڑھ گئی ہے۔ جو ابتدائے جنگ میں خالی کر دی گئی تھیں۔ ہوائی جہازوں اور مسلح موٹروں کے اثرات سے ریفی ان قلعوں کی طرف پسپا ہو رہے ہیں۔ جو ریف میں فرانسیسی حکمداری کی سرحد پر واقع ہیں۔

واشنگٹن (امریکہ) میں دنیا کی مختلف پارلیمنٹوں کے نمائندوں کی مستقبل قریب میں ایک کانفرنس منعقد ہونے والی ہے۔ لیکن برطانی پارلیمنٹ کے یونینسٹ ممبر وڈ کاک نے کانفرنس مذکور کے سکرٹری کو اطلاع دی ہے۔ کہ اگر مسٹر سکلتوالا جو کہ ہندوستانی کمیونسٹ ہیں۔ برطانوی پارلیمنٹ کی طرف سے شریک کانفرنس ہونگے۔ تو بوجہ ان کے بعض خیالات کے میں شریک کانفرنس نہیں ہونگا۔ بعد کی خبروں سے معلوم ہوا۔ کہ حکومت امریکہ نے مسٹر سکلتوالا کا پروانہ راہداری جو شرکت کانفرنس ...